

پیشترس

جاسوسی ادب کے پہلے اور آخری آدمی کا آخری ناول "آخری آدمی" پیش خدمت ہے۔ یہ ناول اترنے والی عداوت کے دوران ہی لکھ کر لیا تھا مگر ان کی حسب خواہش اس ملک میں بارشوں اور سیلابی کیفیتوں کے باعث اسے شائع نہ کیا جاسکا کسی کو کیا معلوم تھا یہ غلطی ساخو ہو جائے گا اور وہ اسے خود شائع نہ کر سکیں گے۔ اور اس کی اشاعتی ذمے داری میرے کزور کا ناصول پہ آ پڑے گی۔ اور اب میں کہاں تک اپنی کوششوں میں کامیاب ہوا ہوں یہ آپ کی رائے پر منحصر ہے۔

اتھ کے سر ناول کے یہ صفحات ہیں آج آپ میری تحریر دیکھ رہے ہیں اپنی جگہ ادب کا ایک انمول نمونہ ہوتے تھے آج جب مجھے یہ ذمے داری سونپی گئی کہ میں پینے والے وقت الفاظ سے ان صفحات کو سیاہ کر دوں تو میرے لئے ایک سطر بھی لکھنا مشکل ہو رہا ہے۔ ابد کا طریق کار یہ تھا کہ وہ نئی کتاب کا نام پیشترس سب سے آخر میں اس وقت تحریر کرتے تھے جب آخری کاپی پڑھیں مئی ہوتی تھی۔ لیکن مرگ ناگہانی نے ان کو اس بات کی جہالت نہ دی۔

آخر میں ان تمام قارئین اعلیٰ اعلیٰ والوں کا اپنے اہل خاندان کی جانب سے شکریہ ادا کرنا چاہوں جنہوں نے اس دلخراش سانسے پر تعزیری خطوط لکھے یا بے نفس نفیس اگر تعزیت کی۔

والسلام
ابراہیم صفا

دعوت معاف گوارہ کرنی احتیاط سے عدالت کی طرف لایا جا رہا تھا۔ کیپٹن فیاض کے گھمے کی بندگاری تھی۔ جس میں کئی مسلح افراد موجود تھے اور ان کے درمیان خزان نامی وعدہ معاف گوارہ بیٹھا ہوا تھا۔ اس سلسلے میں کیپٹن فیاض نے لاپرواہی نہیں برتی تھی بلکہ معاملہ بھی کا ثبوت دیا تھا۔ لیکن مقدارت پر تو کسی کا بھی بس نہیں ہے۔ قیدی عدالت کے صدارت کے سامنے گاڑی سے اتر ہی رہا تھا کہ اچانک چاروں خانے جیت سرک پر آگرا۔ اس کی پیشانی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔ ناز بے آواز ہوا تھا لیکن مست کا اندازہ بہر حال فوری طور پر لگا لیا گیا تھا۔ سامنے ایک کئی منزلہ عمارت تھی۔

جتنی دیر میں عمارت کی تلاش کی جا سکتی۔ کام رستے والا اپنا کام کر کے میلوں دور چل گیا ہوگا۔

کیپٹن فیاض کو اس کی اطلاع ملی تو موقع وارادت پر خود دوڑ آیا اور سامنے والی عمارت کے اس خالی فلٹ میں تک بھی پہنچ گیا جہاں سے وعدہ معاف گوارہ ہونا تھا۔ تباہی سائینسز کی ہوئی مائنٹل دین چھوڑ گیا تھا۔

فلٹ اس وقت خالی ضرور تھا لیکن وہاں کوئی رہتا بھی تھا۔ کیونکہ اہل درجے کا فرنیچر سب کچھ سے موجود تھا اور ملبوسات کی امداد بھی تھی جس میں زمانہ مراد دو دنوں قسم کے لباس موجود تھے۔ لیکن بڑی عجیب بات تھی کہ چارے فلٹ میں کہیں بھی کسی کی انگلیوں کے نشانات نہ مل سکے۔

اس منزل کے دوسرے رستے والوں میں سے کسی کوئی یہ نہ بتا سکا کہ
اس نلیٹ کا مالک کون ہے۔ کیونکہ آج کے علاوہ انہوں نے اس نلیٹ
کو ہمیشہ مقفل ہی دیکھا تھا۔

”عمران کا کہ سزاغ سنا۔ کہیں فیاض نے آہستہ سے انگریز ٹکڑے پر لپکا۔
”نہیں جناب۔ تین دن پہلے کی بات ہے۔ رات کو نلیٹ سے گئے تھے
آج تک واپسی نہیں ہوئی۔“

”اُسے تلاش کرو۔ درہ یہ شخص دارا خان کی کارروائی کے دوران میں
ہمارے دستوں سے پھسل جائے گا۔“

”میں انہیں تلاش کرنے کی بھی انتہائی کوشش کر رہا ہوں جناب۔“
دارا خان کارروائی اس دن ملزوم کر دی گئی۔ لیکن اس واقعہ کے باوجود
سارے شہر میں سنسنی پھیل گئی تھی۔

انگریز شاہ نے سارے کام چھوڑ کر صرف عمران کی تلاش شروع کر
دی۔ لیکن کہاں۔ نلیٹ سے آگے کا اُسے علم نہیں تھا۔

دوسری طرف کہیں فیاض اپنے آنسو میں پہنچا ہی تھا کہ فون
پل گھنٹی بجی۔ اس نے ریسپورڈ اٹھایا اور دوسری طرف سے کتنے کے
صبر کرنے کی آواز آئی۔ ”پھر پوچھا گیا۔“ کون ہے؟“

”کہیں فیاض۔۔۔“

”اب کیا خیال ہے؟“ دوسری طرف سے آواز آئی۔
”بہت جلد تمہیں تھارے بل سے نکال لیا جائے گا۔ کہیں فیاض نے کہا۔“

”فیز سے گفتگو کرو۔“ دوسری طرف سے آواز آئی۔ ”تم نہیں
جانتے کہ میں کون ہوں۔“

”اگر آپ اپنی پہچان کرادی تو آئندہ اعتماد برتی جائے گی۔ فیاض
نے طنز پر لہجے میں کہا۔“

”اس قسم کے سہمی ختم کر دو کہیں فیاض؟ درہ میں اپنی جگہ کے مطابق
کچھ فی اس شہر کو پہنچتا ہوں گا۔ اور ہاں سنو! مجھے اطلاع ملی ہے
کہ کہیں عمران کی تلاش ہے۔“

”بہت باخبر معلوم ہوئے ہیں جناب عالی۔ میرا خیال ہے کہ میں اب
فیز سے گفتگو کر رہا ہوں۔“

وہ اُس کے طنز کو نظر انداز کر کے بولا۔ ”بند گاہ کے علاقے کے
جنگ بارڈ کا دھماکا یاد ہے نا؟ عمران وہاں اُس عمارت میں میرا منتظر
تھا کہ اچانک وہ عمارت دھماکے سے اڑ گئی۔“

”نہیں۔“ فیاض بولنے لگا کہ گڑھی سے اُٹھ گیا۔ اور دوسری طرف سے
تہہ سنائی دیا ساتھ ہی گتا بھی بھر کئے لگا۔ اور پھر سلسلہ متعلق ہونے
کی آواز آئی۔

دووں کی گفتگو ٹھپ ہوئی تھی۔ فیاض نے ٹھپ ریکارڈ سے اسپول
نکالا اور رحمان صاحب کے آنسو کی طرف درہ لگا دی۔ وہ کچھ کی خاما
جو اس نظر آ رہا تھا۔

رحمان صاحب آنسو ہی میں موجود تھے۔ دو تین منٹ بعد انہوں
نے فیاض کو بولایا۔

فیاض بیان آ کر کیا تھا لیکن اب اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ گفتگو کا
آفندہ کس طرف کرے۔

”کیا بات ہے؟ رحمان صاحب اُسے گھورتے ہوئے ہوئے۔
”بڑی خبر ہے جناب! سمجھ نہیں آتا کہ کس طرح۔۔۔!“

”ہاں تو شاید کچھ عمران سے متعلق ہے؟“
”کچھ ہی ہوں۔“ فیاض نے کہا اور جلد جلد بتانے کی کوشش کرنے لگا۔

”کس نامعلوم مجرم سے وہ انہوں تک اطلاع کس طرح ملی تھی۔“

”رینارنگ روم میں چلو“ رحمان صاحب اٹھتے ہوئے بولے؟ اور وہ ٹھپ ریکارڈر بھی اٹھا کر
 ان کا ہجر بے حد پسکون تھا۔ دونوں رینارنگ روم میں آئے اور
 کیپٹن فیاض ٹیپ ریکارڈر میں اسہول لگانے لگا۔
 رحمان صاحب نے وہ گفتگو بھی پسکون انداز میں سنی اور آنکھیں بند
 کر کے کچھ سوچتے رہے۔ پھر بولے: ”ایک بار وہ سمندر میں بھی غرق ہو
 چکا ہے اور متعدد بار دوسرے حادثات کا شکار ہو جانے کی خبریں بھی
 پہنچی ہیں... لیکن... خبریں تو... فی الحال مسئلہ ہے اس نامعلوم
 آدمی کا۔ مجھے حیرت ہے کہ تم لوگ ابھی تک اس فون تک نہیں پہنچ
 سکے جس سے اس کی کار پوری ہے۔“

”پتا خالی پلاٹ کا ہے! پلاٹ کے مالک کا نام کاغذات میں ملے گا
 لکھا ہوا ہے۔ لیکن اس کا پتا بھی غلط ہے۔ اس پتے پر عبدالغفور نام
 کا کوئی آدمی کبھی نہیں رہا۔“
 ”فون کے پلوں کی ادائیگی کس طرح ہوتی ہے؟ رحمان صاحب نے پوچھا۔
 ”پلوں کی ادائیگی عبدالغفور ہی کے نام پر برابر ہو رہی ہے اور ان
 پر پتا اسی خالی پلاٹ کا درج ہوتا ہے۔ اس علاقے کے سارے ڈاکو
 سے پوچھ گچھ کی گئی ہے۔ لیکن ان میں سے کسی نے بھی نہیں بتایا کہ
 کبھی کوئی کسی خالی پلاٹ پر ٹیلیفون کا بل لے کر پہنچا ہو۔“
 ”اس کا یہ مطلب ہوا کہ اندر ہی اندر ساری کارروائی ہو جاتی ہے۔“
 رحمان صاحب بولے۔

”جی ہاں۔ لیکن بینک کلرک کا بیان ہے کہ وہ سارے بل ڈسپوچر کے
 حوالے کر دیتا ہے اور ڈسپوچر کے بیان کے مطابق سارے بل پوسٹ
 کر دیے جاتے ہیں۔“

”بس تو پھر آخری مرحلہ ہی تھا۔ اور کارہ جاتا ہے۔“ رحمان صاحب بولے
 ”جی ہاں۔ میں نے وہاں کئی افراد متعین کئے ہیں جو پتا لگانے کی
 کوشش کر رہے ہیں کہ اس ٹیلیفون بل پر کون کتنے صاف کر دیتا ہے۔“
 ”بس ٹھیک ہے، اپنی جگہ دو دو جاری رکھو! رہ گیا عمران کا معاملہ
 تو میں اس کے معاملے میں ہر وقت بری خبریں کھینچنے کیلئے تیار رہتا ہوں۔“
 پتا نہیں کیوں رحمان صاحب کے دفتر سے والہی پر فیاض خاصا
 دایرہ تھا۔

عمران کا فلیٹ آج کل کچھ زیادہ ہی ”آباد“ ہو گیا تھا۔
 عمران کی غیر موجودگی میں دو مہاجرین بھی آکر فلیٹ میں فروکش
 ہو گئے تھے۔ اس طرح یہ آبادی میں سے پانچ فوس تک جا پہنچی تھی۔
 یہ دونوں مہاجرین کوئی غیر نہیں ظفر الملک اور جیسمن تھے۔ یہ
 اور بدری جیسمن ہی کی وجہ سے ہی مکمل میں آئی تھی۔
 چار یوں تھا کہ جس فلیٹ میں یہ دونوں رہتے تھے اسی کے
 برابر والے فلیٹ میں ایک عربی جوڑا آکر نیا آباد ہوا تھا۔ ”آبائی“
 عربی النسل قوشا بدز ہو، مگر تاشیہ دیتا کہ وہ لوگ پشتینی عرب ہیں۔
 انہی دنوں جیسمن پر بھی عربی لباس پہننے اور عربی لہجے میں اردو بولنے
 کا دورہ پڑا تھا۔

ظفر الملک نے سخت اعتراض کیا تھا۔ اس کی اس روش پر نگر
 اس نے اسے اپنا قطعی پرسنل معاملہ قرار دے کر ظفر الملک کے
 اعتراض کو ڈکڑ کر دیا تھا اور دلیل یہ دی تھی کہ آخر تمام مسلمان

حق کیونکہ وہ "بوری بچوں" سے محروم تھے اور جنہیں نے مالک فلیٹ سے جھوٹ بولی کر فلیٹ حاصل کیا تھا کہ "چھ ماہ" کے اندر ہی "بوری بچے" آجائیں گے۔ حسب وعدہ چونکہ بوری بچے نہ آ سکے تھے اور نہ آنے کا ارکان تھا۔ لہذا ظفر الملک کو فلیٹ چھوڑ دینے کا فیصلہ کرنا ہی پڑا تھا۔

جنہیں نے مالک فلیٹ کو یہ بات بھانے کی لاکھ کوشش کی کہ وہ عربی خاقن سے اس لئے بات کرنا چاہتا تھا کہ اپنی "ز" "ج" "ح" عربی لب و لہجے کے مطابق صحیح کر سکے مگر مالک فلیٹ نے ایک ایک بھی غلط نہ مانا اور دونوں کر فلیٹ سے نکال باہر کیا تھا۔

ملا کی دوڑ مسرہ ملک: دونوں اپنا اپنا سوٹ میس آٹھا کر عمران کے فلیٹ میں آگئے تھے۔ یہ بھی جنہیں کا ہی مشورہ تھا کہ عمران کے فلیٹ میں جا کھٹے ہیں۔ کوئی متبادل بندوبست جو ہائے گاؤں ان سے شفٹ ہو جائیں گے۔

تو یہ چونکہ معقول تھی لہذا ظفر الملک کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہو سکا تھا۔ سلیمان نے ان دونوں کو دیکھ کر ناک جھون تو بہت چڑھائی، مگر گلرخ نے اسے یہ کہہ کر تار دیا تھا کہ صاحب جی کے راضی ہیں اور یہیں رہیں گے۔ یہی نہیں بلکہ ان دونوں کے لئے فلیٹ کا وہ کمرہ جو بطور اسٹور روم کام میں آ رہا تھا اسے خالی کر کے صاف کر دیا تھا۔

عربی لباس کیوں نہیں پہنتے جیکر رسول "عربی کی امت" اپنے آپ کو کہتے ہیں۔ معقول سے معقول مرید بھی اپنے معقول سے معمولی پیر کی پیروی کرتے ہوئے پیرانہ لباس زیب تن کر لیتے ہیں۔

یہی نہیں بلکہ لباس کے ساتھ ساتھ جیمیں نے عربی شہزادوں جیسی داڑھی بھی رکھ لی تھی۔ لیکن دارمی کے مسئلے پر وہ ظفر الملک کے سامنے کوئی غصہ دلیل پیش نہیں کر سکا تھا کہ اس قسم کی داڑھی جو صرف ٹھوڑی کو زینت بخشی ہوں وہ کس قسم کی پیروی کے کھلتے میں ڈالے گا۔

لباس اور داڑھی تک ہی محدود رہتا مگر اس نے نام بھی تبدیل کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا اور ظفر الملک کو اطلاع دیدی تھی کہ آئندہ اسے "جن" کہا جائے اور نہ ہی جیمیں بلکہ اب وہ "اگرال" جان ہے۔ اردو بولتے وقت "ز" اور "ج" اور "ح" کو خالص عربی لہجے میں ادا کرنے کی پریکٹس بھی شروع کر دی تھی اور پریکٹس فلیٹ پر کرنے کو انی ثابت ہوئی تھی۔

نئے نئے وارد ہونے والے عربی جوڑے سے زبردست جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس کی بوری کو شکایت تھی کہ یہ شخص ابدال جان آتے جاتے اس سے بات کرنے کی کوشش کرتا ہے یہ بات اس نے اپنے شوہر سے کہہ دی تھی اور شوہر غیرت شوہریت سے جل کر ظفر الملک پر چڑھ دوا تھا۔ نہ موت یہ بلکہ شوہر نے ایک قدم آگے بڑھ کر فلیٹ کے مالک کو بھی اطلاع دیدی تھی۔

اس کے بعد یہ ہوا کہ دوسرے ہی دن بلڈنگ کے مالک نے ان دونوں کو فلیٹ پر بلایا اور ایک تحریری نوٹس ظفر الملک کو کچھ کر چلا گیا۔ نوٹس کے مطابق انہیں دس دن کے اندر اندر فلیٹ خالی کرنا

صبح سے شام... شام سے رات ہو گئی تھی... گلرخ تھی کہ وقفے

دفعے سے روئے جاری تھی۔

فیاض نے فن کے جزو کو بنا دیا تھا کہ اب عمران کو صبر کرنے کیونکہ جنگ یارو کی اس عمارت میں عمران یہ نفس نشیں موجود تھا جب وہ عمارت دھماکے سے اڑی تھی۔ یہ سن کر ہی گلرخ نے رونا شروع کر دیا تھا۔

جزو بھی پہلے تو دوڑتی مار مار کر رو رہا تھا۔ مگر اچانک ہی بند جانے لگا ہوا کہ گلرخ کو روئے دیکھ کر اس نے ایک دم چپ سا دھل تھی۔

فیاض کے بیان کے مطابق اس واقعے کو چار دن گزر گئے تھے اور اس نے ان لوگوں کو آج ہی بتایا تھا۔

جیسے اور ظفر الملک بھی کھوئے سے تھے۔ انہیں یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ عمران ایسی بے چارگی سے بھی مر سکتا ہے۔

اس وقت بھی گلرخ روئے جاری تھی۔ روئے روئے آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور ناک تو پھول کر ٹپا ہو گئی تھی۔

رات کے گیارہ بج چکے تھے۔ ظفر الملک اور عین آیتے کھابھا کر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے اور اب ڈرائنگ روم میں سلمان جوزف اور گلرخ رہ گئے تھے۔

سلمان بہت دیر سے گلرخ کو تسلیاں دے رہا تھا۔

”اُری نیک بخت! اب سہپ ہو جا۔ صبح سے روئے جاری ہے یہ کچھ کھایا نہ پیا۔“ سلمان نے گلرخ کو چمکارتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ ہاں، تو بہت بھر کر روئی کھا۔“ گلرخ تڑپ کر بولی۔ ”میرے علاوہ انہیں روئے والا اور بے بھی کون؟“ اسے ہاتھ... صاحب جی...! گلرخ نے بھر آواز بند کر۔

”چپ کر، بڑی آئی سگی بن کر۔“ سلمان نے گڑبگ کہا۔ ”جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں، تجھے اس گھر میں آئے ہوئے۔ تجھے کیا خیال کہ اس گھر میں آئے دن ان کی موت کا دواہرہ ہوتا رہتا ہے۔ کوئی ایک بار مرے ہیں وہ؟ دن بار تو میں گناہاں ہوں۔ کبھی نہیں تو پورا پورا جہنم مرے رہے ہیں جبکہ ابھی تو صرف چار دن ہی ہوئے ہیں۔“

”بڑا جاک حرام ہے تو! گلرخ رونا دھونا چھوڑ کر ناک سرخ کر رہی ہو! کیسے ان کے مرنے کا ذکر کر رہا ہے۔“

”تو ہی روئے جاتی ہے۔ بدشگون کہیں کی۔ وہ ایسے نہیں مر سکتے۔“

حادثاتی موت ان کے نصیب میں جوئی تو ہزار بار مر چکے ہوئے حلقے تو خود ان سے کتر کر گزر جاتے ہیں۔ وہ جب بھی مرنے لگے اپنے برسرِ آرام سے لیٹ کر اور ساتھ میں میری آدھی ہان کے مرنے لگے۔

”اے سلمان رکھ...! سلمان نے اسے سمجھانے والے ہتھکے میں کہا۔

”بڑے صاحب کو خیر ہوگی تو ان کا نہ جلنے کیا حال ہوگا؟ گلرخ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

”بس... بس...! سلمان ہاتھ اٹھاتے ہوئے بولا۔ ”بڑے صاحب کا نام نہ... اگر وہ گت کے باپ ہوئے تو چھوٹے صاحب ایسے ہوتے ہی کیوں۔ اگر کچھ بھی مر جائیں گے نا۔ تو ان کے باپ کو یقین نہیں آئے گا۔“

”بس... بس...! سلمان نے اسے سمجھانے والے ہتھکے میں کہا۔

”اے... اے... نا بھار... صاحب کے باپ دادا ایک پہنچ رہا ہے“ گلرخ گڑبگ کر بولی۔

”تجھے کیا...؟ شہرے باپ دادا ایک تو نہیں پہنچ رہا نا۔“

”پہنچ کر تو دیکھ... گدی سے زبان کھینچ دیں گی۔ پٹھانی ہوں۔ گلرخ آستین چڑھاتی ہوئی بولی۔

"مہم... سالہ... خبر... غائبیت کیا...؟" جوزف ایک دم دباؤا۔
 بہت دیر سے ان دونوں کی ہنگامہ گس رہا تھا۔

"کالینے... قرآنہ لکھو...؟" سلیمان نے اس کی طرف متحرک آنکھیں
 نکالیں۔ یہ ساری غور و خیر ہی پھیلانی ہوئی ہے۔ کئی جتا ہے...
 جتنا تو کالا ہے نا... دل تیرا اس سے بھی زیادہ کالا ہے۔ جسے سر
 پر تو ہر وقت بلا میں ناچا کرتی تھیں... کوئی بلا صاحب کو بھی سے گئی
 ہوگی؟

"کیا بکنا...؟" جوزف نے اس کی گردن پکڑتے ہوئے کہا۔ یہی
 اسے روکو...؟

"اے جھوڑ میری گردن؟ سلیمان اپنی گردن چھڑاتا ہوا بولا۔
 "نیامنی صاحب نے جان بوجھ کر ہمیں یہ خوش خبر پہنچائی ہے۔ میں انہیں
 خوب جانتا ہوں۔ جب سے ڈیڑھ ڈار کر رہے ہیں، بہت اترنے
 لگے ہیں۔"

"چپ... بہتہ... میں... کچھ سوچنا...؟" جوزف نے کہا۔
 "مناؤ... مناؤ... جیسی مناؤ؟" عمران دروازے سے کھڑا ان کو
 کر گھوڑ رہا تھا۔

"تینوں اس کی آواز پر اکھل پڑے تھے۔ کیونکہ دروازے کی طرف
 کسی نے نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ کب سے وہاں کھڑا ان کی
 باتیں سن رہا تھا۔"

"گلزخہ دوڑ کے اس کے پاس پہنچی تھی اور پھر اس کے ارد گرد
 گھوم کر اس طرف دیکھنے لگی تھی کہ کچھ وہ طرف سے زندہ ہے کہ نہیں
 خدا کا شکر ہے صاحب جی کہ آپ زندہ ہیں؟" گلزخہ دوپٹے سے
 اچھا چہرہ دکھا رہی تھی۔ "نیامنی صاحب نے آپ کے بارے میں بڑی

بڑی خبر سنائی تھی؟"

"سب سن رہا تھا مہادی باقیں؟" عمران نے کہا۔

"کہاں ہے؟" سلیمان نے اچانک سوال کیا

"اپنے کمرے میں تھا۔" عمران نے جواب دیا۔

"اور سب صاحب جی بڑا ذلیل ہے یہ سلیمان؟" گلزخہ نے سلیمان کی طرف
 ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ بڑی خبر تھی کہ بندر بانٹ کر دیا تھا۔ کہہ
 رہا تھا کہ صاحب کے چہرے کی تو وارث ہیں۔"

"ہاں۔ ہاں۔ بندر بانٹ کر دیا تھا۔ پھر... کچھ کیا؟" سلیمان جلی کر
 کر بولا۔ "کچھ کچھ نہیں رہا تھا کہ صاحب کسی حادثے کا شکار نہیں ہو سکتے۔"

"ہاں... یہ سلیمان ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اسے بھی اور کچھ بھی نیامنی
 صاحب کی بات کا یقین نہیں آیا تھا۔" جوزف جلی بار بولا تھا۔

"دو وارث اور میں آئے ہوئے ہیں؟" سلیمان نے کہا۔

"کیا مطلب...؟" عمران نے سوال کیا۔

"ظفر الملک اور جیس اپنے غلیٹ سے نکال دیئے گئے ہیں اور ہمیں
 آگئے ہیں۔" جوزف نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"خدا مجھ پر رحم کرے؟" عمران سر پر کڑکھٹتے ہوئے بولا۔

"آپ کے وارث ہیں کہ بڑھتے ہی جا رہے ہیں؟" سلیمان بولا۔ بڑی

ملنے سے تو رویت نامہ تیار کر کے میرے پاس رکھوا دیجئے۔ آپ کے مزاج
 کا کچھ ٹھکانہ نہیں کسی روز کہیں کچھ جی میرے کا ارادہ نہ ہو جائے۔"

"دیکھئے... دیکھئے؟" گلزخہ جیج کر بولی۔ "کتنا سرخ چہرہ رکھا
 ہے۔ آپ نے رکیسی خوش باتیں کئے جا رہا ہے۔"

"تو چپ رہ! تیری دیر سے میرا بہت نقصان ہو رہا ہے۔ سارا خرچ
 اب میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ ہیں؟" سلیمان گڑگڑا کر بولا۔

”تو تجھے گا! بے ایمانی کرتا تھا۔“ گلرخ ترک ترک ہوئی۔
 ”آب ان دونوں مہاجروں کا جلد بندہ و بست کر دیجئے گا۔“ سلیمان
 نے کہا۔

”جے کیا تکلیف ہے؟“ عمران نے سوال کیا۔
 ”تکلیف یہ ہے کہ سارا کام مجھے ہمارا پڑنا ہے۔ میں اتنے لوگوں
 کا کھانا نہیں لپکا سکتا۔“

”اس لئے مرا جارا ہے۔“ عمران ہلکا۔ ”ٹھیک ہے! آئندہ میں
 اور گلرخ مل کر کھانا کریں گے۔“

”میرا مقصد یہ ہے کہ ہمیشہ غلط ہی سمجھیں گے۔“ سلیمان ہاتھ سچا کر بولا۔ ”میرا مقصد یہ
 یہ ہے کہ جتنا خرچ آپ دیتے ہیں اس میں اسنے لوگوں کا گزارہ نہیں
 ہو سکتا۔“

”اے... نالائق... یہ جہان میں۔“ عمران نے کہا۔ ”جہان اللہ
 کی رحمت ہوتے ہیں۔“

”جے جوتے ہیں گے۔ اب رحمت ہوتے ہیں! سلیمان نے جواب دیا
 ”تھپک کے پیچھے ہٹ گئے ہیں کیا؟“ عمران نے سوال کیا۔

”ایک تھپک کی دس دسے۔“ سلیمان نے روئے ہوئے انداز میں کہا
 ”اتھا چل...! کافی بنا کر لا۔“ عمران نے سلیمان سے کہا ”اور دیکھو

دونوں لیاں جہانوں کے لئے بھی۔“
 ظفر الملک اور جیمس کو عمران نے کوسے میں داخل جوتے ہوئے

دیکھ لیا تھا۔
 دونوں شاید سو گئے تھے اور اسی سب کی باتوں سے ہی آنکھ کھل

ہوئی۔ وہ سیٹنگ سوٹ میں ہی ٹھانگے رہ گئے تھے۔
 ”شکر ہے رب! قدوس کا! جیمس لے۔“ ”کو حلق سے نکال کر

”جہان اللہ... جہان اللہ۔“ عمران نے ہلک کر کہا۔
 ”آپ کو ہمارے بارے میں تو معلوم ہو ہی گیا ہو گا۔“ ظفر الملک نے کہا
 ”ہاں! بے فکری سے رہو۔“ عمران نے کہا۔ ”شائد تم دونوں کی

ضرورت پڑے۔“
 سلیمان کافی بنا کر لے آیا تھا۔

عمران نے کافی کا گھونٹ پھر کر گلرخ سے کہا۔ ”دیکھو گلرخ! اب
 تو سودا سلف لینے بازار نہ جایا کر۔“

”کیوں صاحب جی؟“
 ”ایک تو یہی تو مجھے رونے والی ہے۔ میں تجھے کھانا نہیں چاہتا۔“

”صاحب جی! فکر نہ کیجئے! میں مل بابا والی سرہینا سے زیادہ چالاک
 ہوں کسی کی باتوں میں آنے والی نہیں۔“ گلرخ ہاتھ سچا کر بولی۔

”جو کہہ رہا ہوں وہی کر!“ عمران نے کہا۔ ”کل سے بازار کا کام سلیمان
 کرے گا۔“

”سودے میں پیسوں کی کانت چھانٹ کرے گا۔ عمارت بُری بلا ہے۔“
 ”نکرنے کو...! مرے گا تو سناپ پھوڑ پھینگی گے۔“

”یہ بھی بڑی زبان دراز اور نافرمان بیوی ہے۔ دیکھئے گا اسی کا حشر
 مجھ سے بڑا ہو گا۔“

”باس! اب ان دونوں کو یہاں سے چلنا کر دو!“ عارف نے اٹنا کر
 اپنی ٹانگ اڑائی۔

صحیح ابراہیم تھی۔ بادل کہیں کہیں سے چلے گئے اور کہیں سے گہرے

کسی وقت بھی بارش شروع ہونے کا امکان تھا۔
 عمران نے ایکسٹرواسلے فون پر جوبیا کے نمبر ملائے تھے۔
 دوسری طرف سے جوبیا کی آواز آئی تھی۔ "ہیلو"
 "ایکسٹرو..." عمران نے تھرائی ہوئی آواز میں کہا۔
 "ہیں سر!"

"صفر سے کہو کہ جی۔ پی۔ او۔ دیکھ کرے۔ جسے بھی مشید سمجھے اس کا
 تعاقب کرے۔"
 "بہتر سر!"

دو مقامی سے کہو کہ وہ گنگ کینیٹی پر نظر رکھے اور حد بقیہ نیشنل فیکریگ
 وکس دیکھے۔ دونوں کینیٹیوں کی طرف سے اخبار وچو کے نوٹس اخبار میں
 شائع ہوتے ہیں۔ دونوں کی بہت دبی گئی ہے کہ ساگر اور مرقام حاضر ہو
 جائیں ورنہ ملازمت سے برطرف کر دیئے جائیں گے۔ وہ دونوں ہی اپنی اپنی
 ڈیوٹی پر حاضر نہ ہو سکیں گے۔ خدائی اور سدھائی دیکھیں کہ دونوں کے بعد ان
 کی جگہ تیکر کرنے کے لئے کوئی آیا ہے یا نہیں اور جو بھی ملازم رکھا جائے
 یہ معلوم کیا جائے کہ وہ کسی کی سفارش پر تو نہیں آیا اور اگر آیا ہے تو
 کس کی؟

"بہت بہتر سر!" جوبیا نے کہا۔
 "اور انڈیا آئی؟" عمران نے یہ کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا۔

ایک کینے میں داخل ہوا تھا۔ اس نے اپنا اسکوٹر کینے کے سامنے ہی کھڑا
 کر دیا تھا۔

اس نے ایسوسی ایٹ منیجنگ کی تھی جہاں سے جی۔ پی۔ او کے صدر دروازے
 پر پہنچی نظر رکھی۔ سکے۔ اور وہ ہر آنے جانے والے کو دیکھ سکے۔

صفر نے گھڑی دیکھی۔ گیارہ بج چکے تھے مگر ابھی تک جنرل پوسٹ
 آفس میں آنے جانے والوں میں کوئی ایسا شخص دکھائی نہیں رہا تھا جس پر اس
 کی چاندیہ نظری مشید کر سکیں۔ اب تک جاہ کی تین پیا لیاں پی چکا تھا۔
 قریباً بارہ بجے ایک سیاہ مرسلینہ جوئی تھی۔ زیادہ پرانی پوسٹ
 آفس کے سامنے آکر رکی۔ اور اس میں سے ایک لڑکی برآمد ہوئی۔ لڑکی
 حد سے زیادہ خوبصورت تھی اور جبکہ ترین ملی بابا سوٹ پہنے حد سے
 زیادہ ہی اسمارٹ لگ رہی تھی۔ سوٹ کا کپڑا بھی ان دونوں حدود
 کی مناسبت سے حد سے زیادہ باریک تھا۔ لڑکی کی رنگت سرخی مائل
 اور بال بھورے تھے۔ آنکھوں پر سیاہ چشمہ تھا اور ہاتھ میں سیاہ رنگ کا
 پرس تھا۔ وہ اپنی بائی ہیل والی جوتی پہ لہرائی ہوئی، جی۔ پی۔ او کے
 صدر دروازے سے گزرتی ہوئی اندر داخل ہو گئی۔
 صفر کو ہر خوبصورت لڑکی مشید ہی لگتی تھی۔ اس نے جلدی سے
 چاد کا بل ادا کیا اور تیز تیز چلتا ہوا لڑکی کے پیچھے جی۔ پی۔ او کے
 صدر دروازے میں داخل ہو گیا۔

اس سے پہلے کہ لڑکی اندر جا کر گم ہو جاتی، وہ ہال میں پہنچ گیا تھا
 اور لڑکی کو اسی ناز و انداز سے چلتی ہوئی جنرل پوسٹ ماسٹر کے دفتر میں
 داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

لڑکی ٹھیک آدھ گھنٹہ بعد جنرل پوسٹ ماسٹر کے دفتر سے برآمد
 ہوئی اور اسی انداز سے چلتی ہوئی صدر دروازے سے باہر نکل گئی تھی۔

صفر ٹھیک آدھ بجے جی۔ پی۔ او کی وسیع عمارت کے سامنے واقع

صفر نے فوری طور پر اس لڑکی کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

وہ بھی جلد ہی باہر آ گیا۔ لڑکی اپنی گاڑی میں بیٹھ چکی تھی۔ صفر تیزی سے اپنے اسکوٹر کی طرف بڑھا تھا۔

لڑکی کی گاڑی حرکت میں آ چکی تھی۔ لیکن صفر کا اسکوٹر اشارت ہونے سے عاجز تھا۔ وہ کب پر کب لگا رہا تھا مگر اسکوٹر اشارت نہ ہوا۔ لڑکی ہاتھ سے نکل جا رہی تھی۔ اس نے اپنا اسکوٹر برابر ہی ایک پان سگٹ کی دوکان والے کی تحویل میں دیا اور سڑک پر کھڑے ہو کر ٹیکسی تلاش کرنے لگا۔

لڑکی ابھی زیادہ دور نہیں گئی تھی کہ ایک ٹیکسی آگئی اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور بیٹھا چاؤرائیڈر سے بولا۔ "اس سیاہ مرسڈین کا بچھا کر دو۔ جلدی..."

ٹیکسی ڈرائیڈر نے ایک نم مری نظر صفر پر ڈالی تھی اور ٹیکسی کو سیاہ مرسڈین کے تعاقب میں ڈال دیا تھا۔

صفر نے نشست کی پشت گاہ سے ٹپک لگا دی تھی۔ اس گبل مٹ میں کہ کہیں وہ لڑکی ہاتھ سے نہ مل جائے۔ صفر اس بات سے بے خبر رہا تھا کہ ٹیکسی کے حرکت میں آتے ہی ایک اور گاڑی نے ٹیکسی کا پیچھا کرنا شروع کر دیا تھا۔

تینوں گاڑیاں آگے پیچھے دوڑتی ہوئی شہر کے اس حصے میں داخل ہو چکی تھیں جہاں ٹریفک بہت زیادہ تھا۔

بار بار سنگتوں پر کھنکھانے کے دھبے صفر کو اندیشہ تھا کہ کہیں لڑکی کی کار لگاؤ سے اوچھل نہ ہو جائے۔ اس نے ایک بار بھی پیچھے نظر نہیں ڈالی تھی۔ لڑکی کی گاڑی شہری صعد کو طے کرتی ہوئی مصافحات کی طرف بڑھ رہی تھی۔

صفر نے بھی ٹیکسی ڈرائیڈر کو رفتار تیز کرنے کی ہدایت کی۔ ٹیکسی ڈرائیڈر نے مناسب فاصلہ رکھتے ہوئے ٹیکسی کی رفتار بڑھا دی۔ وہ اس معاملے میں کچھ زیادہ بھی پریشانیڈ ثابت ہوا تھا۔

البتہ ٹیکسی کے تعاقب میں آنے والی گاڑی نے فاصلہ زیادہ رکھا تھا۔ لڑکی مصافحات کو چھوڑتی ہوئے آگے بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ حتیٰ کہ مصافحات کی آبادی ختم ہو گئی۔

مرسڈین کی رفتار اور بھی تیز ہو گئی۔ غیر آباد علاقہ تھا اس لیے اب خال خال ہی کوئی عمارت نظر آتی تھی۔ پھر لڑکی اپنی گاڑی کو ایک ایسے میدانی علاقے میں لے گئی جہاں کچھ عمارتیں نظر آرہی تھیں۔ ٹیکسی ڈرائیڈر نے اچانک ٹیکسی کی رفتار کم کر دی۔

صفر نے اسے رفتار تیز کرنے کو کہا کیونکہ لڑکی کی گاڑی بہت تیزی سے دور ہوئی چلی جا رہی تھی۔ لیکن ٹیکسی ڈرائیڈر نے سنی ان سنی کر دی۔ صفر دیکھ کر چونک پڑا کہ ٹیکسی ایک عمارت کی کھاد بند میں داخل ہو کر پورچ میں جا رہی تھی۔

"ہیاں کیوں روکی ہے، ٹیکسی؟" صفر نے جھٹکا کر پوچھا۔ "اس لیے کہ آپ کی منزل مقصود یہی ہے۔" ڈرائیڈر نے پلٹ کر جواب دیا اور صحنہ خیز انداز میں مسکراتے لگا۔

اتنے میں وہ گاڑی بھی پیچھے آگئی جو جی۔ پی۔ اوہی سے تعاقب میں رہی تھی۔ صفر اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ "پھر وہ ڈرائیڈر کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اس کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر طویل سانس لی چٹ ہو گئی تھی۔ آنے والی گاڑی سے دو آدمی اتر آئے۔ ان کے ہاتھوں میں زلیلاؤں نظر آ رہے تھے۔ صفر سختی سے جڑت پیچھے ہٹتا ہوا۔

"اُترو۔" ٹیکسی ڈرائیڈر نے کہا۔

"م... میرے پاس زیادہ رقم نہیں ہے... تم عیاشی سے بچتے ہو۔ صغیر نے ہنسنے لگا اور کہا۔

"نیچے اتر کر بات کرنا۔" ڈرائیور نے اپنے ہستول کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔ "بہت اچھا...!" صغیر نے سعادت مندی سے جواب دیا مگر ٹیکسی سے نہیں اترتا۔ اس کا ذہن بڑی تیزی سے بھاؤ کی کوئی تدبیر سوچ رہا تھا۔ اس نے عمارت پر ایک نظر ڈالی کہ یہ اندازہ لگایا تھا کہ اگر وہ چار دیواری پھیلانگ سکا تو پھر ان نالائقوں سے چٹکا پاپائے گا۔

"میں نے کہا تھا۔" نیچے اترو۔" ڈرائیور نے سرد چہرے میں کہا۔

"پاپ... پہلے تم اترو... مجھے ہستول سے ڈر لگ رہا ہے۔" صغیر نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

ٹیکسی ڈرائیور فوراً اپنی دروازہ کھول کر باہر نکلا تھا۔ صغیر اسی بات کا منتظر تھا۔ اس نے پھپھلا دروازہ اتنی زور سے کھولا کہ ٹیکسی ڈرائیور اس کی زد میں آگیا۔ "آف" کر کے اس نے خود کو نبھانے کی کوشش کی لیکن صغیر کے لئے یہ ایک لمحہ کافی تھا۔ وہ تیزی سے باہر آیا اور دوڑ کر لان پھیلانگتا ہوا چار دیواری کی طرف بڑھ گیا۔ اتنا اندازہ تو اسے ہو ہی گیا تھا کہ وہ اس چار دیواری کو کسی بھی جگہ سے پھیلانگ سکے گا۔ اس کی تمام تر کوشش یہ تھی کہ باہر والی تبدیلی کا علم اندر جانے والوں کو نہ ہو جائے۔ روز جان بچانا مشکل ہو جائے گی۔

ڈرائیور کو شاید سوچت زیادہ ہی لگی تھی ورنہ اب تک وہ فائر کر چکا ہوتا۔

صغیر جان کی پرواہ کئے بغیر دونوں ہاتھ اٹھا کر اچھلا اور دیوار کا سہارا بنے ہوئے اٹھتا چلا گیا۔ ایک لمحہ بھی مزید وہ پر جاتی قوت اس گولی کا نشان بن چکا ہوتا جو ڈرائیور کے ہستول سے نکل کر اس کی طرف آئی تھی۔

دوسری طرف اترتے وقت اس نے غامض احتیاط سے کام لیا تھا۔ زمین صاف اور سخت تھی۔ اس پاس کسی عمارت کے آثار نہ دکھائی دیتے۔ یہ قریب قریب دیوار نہی تھا۔

پھر سمت کا تعین کئے بغیر ہی اس نے ایک طرف دوڑ لگا دی۔

اسے خدشہ تھا جلد ہی اس واقعے کا علم عمارت کے اندر جانے والوں کو بھی ہو جائے گا۔ اور اگر وہ تینوں ہی چار دیواری پھیلانگ کر اس کی طرف دوڑ پڑے تو ان سے پھپھلا چھڑانا مشکل ہو جائے گا۔ اس لئے ان کی دسترس سے جلد از جلد جتنا بھی ممکن ہو دور نکل جائے تو بہتر ہے۔ اس نے رفتار تیز کر دی تھی۔ انتہائی کوشش کر رہا تھا کہ بے آواز دوڑتا رہے۔ بدحواسی کے عالم میں اسے یہ اندازہ بھی نہیں ہو سکا تھا کہ اس وقت وہ کس جگہ پر ہے۔

دوڑتے دوڑتے مزید دیکھ دیکھ لیتا تھا کہ وہ تینوں اس کے تعاقب میں تو نہیں آ رہے ہیں۔

ادراپ وہ بہت آگے نکل آیا تھا۔ اب اتنی تیزی سے دوڑ بھی نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ لمبی لمبی گھاس کے درمیان پہنچ گیا تھا۔

روٹی کے اختتام پر اس نے محسوس کیا کہ دم پینا ضروری ہے وہ بڑی طرح ہانپ رہا تھا۔ جی چھوڑ کر دوڑا تھا۔

وہ رک گیا اور کھڑا آگے پیچھے جھونکا۔ مہا اچھلا رہا۔ اب اس کے سامنے سوال یہ تھا کہ جائے کہاں؟ یہ تو کوئی دیوار نہ تھا اور وہ گہرے بادلوں سے ڈھکے ہوئے آسمان کے نیچے حیران دہریشان کھڑا تھا۔

وہ صنف گذر گئے۔ چاروں طرف سناتا چھایا ہوا تھا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

جلد ہی اونچی گھاس کے اچھیروں سے نہایت مل گئی۔ وہ صوبج رہا تھا

کہ اگر ایسے میں بارش شروع ہوگئی تو کیا ہوگا۔ کچھ قدر ہی کہ ڈھلان شروع ہوگئی تھی اور وہ بہت احتیاط سے قدم اٹھانے لگا تھا۔

ابھی ڈھلان کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ بڑی بڑی آگئیں اور اس کے غیر ارادی طور پر پھر دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ اس بار وہ ٹھکن کی وجہ سے منہ کے بل قدام تھجڑیوں میں گرنا تھا۔ یہ کھلا کر اٹھا تو ایسا لگا جیسے ان تھجڑیوں کی دوسری طرف کوئی عمارت موجود ہو اور وہ واقعی ایک چھوٹی سی عمارت تھی۔ وہی سہیں وہاں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر اور بھی کئی عمارتیں تھیں۔ وہ عجیب کہ قریبی عمارت کے برآمدے میں جا پہنچا۔

بارش جس زور و شور سے شروع ہوئی تھی اُسی طرح اچانک ختم بھی گئی۔ اور وہ دیوار سے لگا۔ سوچتا رہا کہ اب کیا کرے۔ یہی اندازہ تھا کہ وہ ستر سے اس وقت کتنی دور ہے اور یہی اس کا کوئی امکان نظر آ رہا تھا کہ وہ کسی طرح شہر تک پہنچ سکے گا ٹھکن سے بے حال تھا اور پیدل چلنے کی سکت سے محروم۔

اچانک اس نے سوچا کہ کیوں اس عمارت کے مکینوں سے مدد طلب کی جائے۔ ٹیکسی ڈرائیور کی فریب و بیج کی کہانی سننا مناسب رہے گی۔ وہ کال بیل کا بٹن دبائے ہی دالا تھا کہ اس کی نظر دروازے پر پڑے ہوئے قفل پر پڑ گئی۔ وہ تو عمارت مقفل ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ عمارت خالی ہے۔

ایک نئے خیال نے اس کے ذہن میں جنم لیا۔ ہو سکتا ہے عمارت خالی نہ ہو اس کے مکین کہیں گئے ہوں اور یہاں ٹیلیفون بھی موجود ہو۔ دوسرے ہی لمحے میں اس نے کوٹ کی اندرونی جیب سے پرس نکالا اور اس کے ایک خانے میں انگلی ڈال کر کچھ تلاش کرتا رہا۔ پھر وہ باریک سا

ادار قفل کے سرانج میں رنگ گیا تھا جو اس کے پس سے برآمد ہوا تھا۔ قفل کھٹنے میں دیر نہ لگی وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور پھر دروازہ اندر سے بند کر دیا۔ کھڑکیوں پر دبیز پردے چسے ہوئے تھے۔ اس نے احتیاط کے ساتھ پردے سے مکان کا جائزہ لیا۔ تین کمروں کے اس چھوٹے سے مکان میں بالآخر اسے اپنی مطلوبہ چیز مل ہی گئی۔

ٹیلیفون اور فری کٹری دونوں ہی موجود تھے۔ اس کے چہرے پر تازگی آگئی تھی۔ اس نے ٹھیک کر دیکھا سا گت میں نمبر کارڈ موجود نہیں تھا۔ اس نے جلد جلد جویا کا نمبر ڈائل کیا۔ جویا موجود نہیں تھی۔ پھر اس نے عرن کو کال کر یا مناسب سمجھا۔

”ہلو۔۔۔ عرن بول رہا ہوں۔“

”میں صفدر ہوں جناب!“ دوسری طرف سے صفدر کی تعریفی ہوائی آواز آئی۔

”کیوں جو؟“ عرن نے کہا۔

”میں دشواری میں پڑ گیا ہوں!“

”اگ وقت؟“ عرن نے کہا۔

”سنیچے اور پچھلی کے ساتھ“ صفدر نے جھنجھاکر کہا۔ ”ایک ٹیکسی ڈرائیور اور دو آدمی مجھے پکڑنا چاہتے تھے۔ لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے میں نکل بھاگا۔ وہ عمارت کسی ویرانے میں ہے۔ اب بھاگتے بھاگتے ایک اور ویرانے میں مل آیا ہوں اور اس وقت ایک خالی عمارت میں ہوں جس کا قفل کھول کر اندر آ گیا ہوں۔ یہاں فون موجود ہے مگر نمبر کارڈ اس پر موجود نہیں۔“

”تم نے جھاک کر غلطی کی ہے۔ جانتا چاہئے تھا کہ یہیں پکڑ کر ویرانے میں لے جانے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ بہر طور اس عمارت کا عمل و قوت

بتاؤ " عمران نے کہا

" کچھ اندازہ نہیں ہو رہا کہ اس وقت کہاں ہیں اور نہ ہی اپنے میں اتنی سکت پاتا ہوں کہ پیدل چل پڑوں کسی سواری کے ملنے کا بھی امکان نہیں ہے۔"

" تو پھر اسی طرح بیٹے سر دیا بولتے رہو۔ میں ابھی دریافت کرتا ہوں کہ وہ واپس نہیں آئے۔ عمران نے اس کو بدایت کی۔
" میں سمجھ گیا جناب۔ صفحہ کی آواز آئی۔

اور پھر اس نے بے سرو پا بائیں مشروٹا کر دی تھیں۔

گرج بھی رہے تھے اور برس بھی رہے تھے۔

رحمان صاحب کا عہدہ اپنے عروج پر پہنچ چکا تھا۔ بات بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ ابھی ابھی کمپنن جیاس نے اسہیں اطلاع دی تھی کہ فائیل پی سنس سہولتی بائیں غائب ہو گئی ہے۔

" تم خود ہی فیصلہ کرو کہ ڈسپنٹی ڈائرکٹری کے اہل ہو؟ " رحمان صاحب نے فحش سے سوال کیا۔

" جی... جی... وہ...! " کمپنن جیاس کی زبان میں کلفت پیدا ہو گئی۔

" کیا جی... جی...! " مجھے بہر صورت وہ فائیل چاہیئے۔ رحمان صاحب گٹھڑ کر لوئے۔

" جی... وہ... عمران! " فیاض نے ڈسپنٹی ڈسپنٹی کہا۔

" تمہیں عمران تو بیا ہو گیا ہے۔ کبھی اسے ہم سے آئے ہو، کبھی... " عمران کی رٹ لگاتے رہتے۔

مور؟ رحمان صاحب مجھے سے کمرے میں بیٹھے ہوئے ہوئے۔

فیاض اس وقت دل ہی دل میں عمران کو پیچھے نکال دیا فی سیکڑ کے صاحب سے رہا تھا۔ وہ رحمان صاحب کو یہ بات بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ عمران نے بھی اس سے وہ فائیل مانگا تھا۔ اور اب جو یہ فائیل غائب ہوئے تو اسے عمران نے ہی غائب کر دیا ہوگا۔ یقینی طور پر بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ عمران نے ہی غائب کر دیا ہے یا کسی اور کے ہاتھ کی صفائی ہے۔ بہر دو صورت میں اس کی مابقی ہی ثابت ہوتی ہے۔

رحمان صاحب بدردہ صفت سے اسے تھما رہے تھے۔ اور اسے اپنے وہ خوب حط سے میں پڑتے نظر آتے تھے جو وہ رحمان صاحب کے ریشاٹر صفت کے بعد خود ڈائرکٹر جنرل بننے کے سلسلے میں دیکھ رہا تھا۔

" چاہتے ہو...! " رحمان صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے جانے کا حکم دے دیا۔

فیاض بڑی بے حیاگی کے ساتھ اٹھا اور کھڑکی سے باہر نکلا۔ وہاں تو اس کا بی جاہ۔ ہاتھ کر نہیں سے عمران مل جائے تو اسے اسی وقت شوت کرنے بیویوں بارالیا ہو چکا تھا کہ عمران ہی کی وجہ سے اسے اس کے باپ سے چھٹڑ مٹا پڑی تھی۔

عمران سے ملاقات ضروری تھی۔ اسے سب گزشتہ بات پر یقین نہیں تھا کہ عمران جنک پارڈ والی عمارت میں دھماکے کے وقت موجود رہا ہوگا اگر ایسا ہی ہوتا تو کتنے کی آواز وہاں سے کو فون کر کے برگرور کرتا۔ انہی عقل فیاض بھی کہتا تھا۔ درہر بات فیاض اور رحمان صاحب کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہ تھی کہ عمران جنک پارڈ والی عمارت میں گیا تھا۔ اس کی خبر بھی کتنے سے لے کر دی تھی۔ ورنہ فیاض بھی لا علم ہی رہتا۔ فیاض نے فوری طور پر عمران کے فلیٹ پر ایک آدمی تعینات کرنے

کا فیصلہ کیا تھا تاکہ نلیٹ کی گمرانی ہو سکے، اسے یقین تھا کہ عمران اپنے نلیٹ پر نہ ہوگا۔

اس کے لئے صوبہ سے بڑی پریشانی کی بات یہ تھی کہ رحمان صاحب نے فائیل کہیں سے بھی مہیا کرنے کا حکم دیا تھا اس سلسلے میں عمران کو شیشے میں لٹا کر دھڑ دھڑ سے کام میں مل سکتا تھا۔ فیاض نے اپنے گھر پہنچ کر عمران کے نلیٹ فرن پر رنگ کیا۔

رسپونڈنگ مگسٹر نے اٹھا ہاتھ۔ "چلو۔"

"میں ڈپٹی ڈائریکٹر فیاض بول رہا ہوں،" دوسری طرف سے فیاض نے مگسٹر کی اور سن کر مٹھاں بھرے لیچے میں کہا۔

"اوہ...! کپتان صاحب! مگسٹر نے چپک کر کہا، کیا بات ہے؟"

"عمران آیا یا نہیں...؟"

"کیا مطلب... آپ نے ہی قرائن کے لئے بڑی خبر سنائی تھی۔" مگسٹر نے گلوگیر آواز میں بولی۔

"خبر غلط ثابت ہوئی، عمارت کے بلے میں کسی انسانی ملبے کی ملاوٹ ثابت نہیں ہو سکی... فیاض نے دوسری طرف سے کہا۔

"آپ کے دفتر میں گھسی شکر، سمادز قوروتے روتے براہی ہو گیا۔" ای وغری پر آپ کو ایک کافی ضرور پلاؤں گی۔ جب بھی آپ آئیں گے۔"

"وہ واپس آیا... یا نہیں...؟"

"نہیں...! مگسٹر نے عمران کی حمایت کے حلقہ انگار کرتے ہوئے کہا۔

"جب بھی واپس آئے، اس سے کہنا کہ فوراً مجھ سے ملے۔"

"بہت اچھا...!"

سلطہ منتقل کر کے وہ کسی کہری سوچ میں غرق ہو گیا۔

لوگ قرائن سے کاراڑا لے لے جلی جا رہی تھی۔ راستہ بچا اور نامہوار تھا۔ تیز چلنے کی وجہ سے کار بچکے سے بھاڑ رہی تھی۔

لوگ شاید بہت جلدی میں تھے، اس کی بندش سامنے راستے پر بھی ہوئی تھیں۔ اچھی دھن میں وہ یہ بھی نہ دیکھ سکی کہ پیچھے کی جانب لوگ کا ڈھکن آہستہ آہستہ اوپر اٹھ رہا ہے۔

ڈکی کا ڈھکن اتنا کھل چکا تھا کہ ایک آدمی نے اس کے اندر سے دائیں جانب والے نشیب میں پھلانگ لگا دی تھی۔ راکڑی بدستور تڑپے بھرتی ہو چکی تھی۔

پچھانگ لگاتے والے کے ہاتھ میں ایک بریف کیس بھی تھا۔ وہ بڑی تیزی سے رولنگ ہو نیچے چلا گیا۔ پھر کرسی چھوڑ چیر سے ٹکرائی اور کھول میں چاند سورج، تار سے بھی کچھ بہک وقت ناچ کر رہ گئے۔ کوئی ٹر اس پتھر راہ میں رکاوٹ بن گیا تھا۔ درندہ پھلانگ اسے کسی کہری لٹھ میں بھی لے جا سکتی تھی۔ مگر وہ ایسی ہی چوٹ آئی تھی کہ کوئی منٹ تک اس کے جسم میں ٹکری ہی جیتس بھی نہ ہو سکی۔

"آکھیں بند کئے دو کچھ دوڑا... اور کراچی کیا؟ فی الحال چوٹ کی وجہ سے سب کچھ غائب ہو گیا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کمر کی چوٹ نے سارے جسم کو سن کر دیا ہو۔

ریڑھ کی ہڈی تو نہیں ٹوٹ گئی؟ اس خیال پر زمین میں جھکا کا سا ہوا لیکن پھر فوراً ہی خیال آیا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ ریڑھ کی ہڈی تو مٹی سے تو انسان سوچنے کے قابل ہی کیا رہ رہا ہے۔

کچھ وقت اور گزر گیا۔ اُس کا ذہن آہستہ آہستہ صاف ہوتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے اُٹھنے کی کوشش کی اور کچھ عافیت اُٹھ بھی بیٹھا۔ البتہ لڑکی تکلیف بدستور قائم تھی۔ یہ ساری تکلیف اس بریف کیس کے حصول کے لئے اُس نے اٹھائی تھی۔

جہاں وہ اس وقت موجود تھا۔ ایک ایسی جگہ تھی جہاں سے سر پہ پھیلے ہوئے نیلے آسمان کے علاوہ کچھ اور دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جہاں سے لڑکھٹا ہوا یہاں تک پہنچا تھا وہاں قدم جما کر کھڑا ہو گیا۔ اور جھک کر دیکھا تو ڈھلان کو تابلو طور پایا۔

کچھ دُور چلنے کے بعد وہ تین فٹ گہرے، ایک فٹ اونچے، "لا تندر بچ ڈھولن" ہوتا چلا گیا۔ وہ خاموشی سے چلتا رہا۔ بریف کیس اُس کے بائیں ہاتھ میں دبایا ہوا تھا۔

اُسے گھینے تک پہنچنے کے بعد وہ ایک مسلح جگہ پر رُک گیا۔ عجیب سے شائستہ رنگالا اور ایک طائرانہ نظر اپنے اطراف پر ڈال کر بولا۔ "ہلو۔ ہلیک زیرو۔۔۔"

"ہی! ایئر از ہلیک زیرو!" ہلیک زیرو نے فوراً جواب دیا۔

"عملی وقوع سمجھو!"

پھر اُس نے ہلیک زیرو کو اُس جگہ کا محل وقوع سمجھایا جس جگہ وہ اس وقت موجود تھا۔

"میں میک اپ میں ہوں! جب پلے کر آجاؤ۔"

"بہت اچھا۔۔۔ ایک اور بات!" ہلیک زیرو نے دوسری طرف سے کہا۔ "آپ کے رہائشی فلیٹ کی گنگرانی دو بار مٹیاں کر رہی ہیں۔ ایک آدمی بیٹس فیاض کا ہے اور دو آدمی کسی اور سے تعلق رکھتے ہیں۔"

"میں نے سب کو منہ کر دیا ہے کہ میری دایبھی کا تذکرہ کسی سے نہ کیا جائے۔"

"میں پہنچ رہا ہوں۔"

"اور اینڈ آل۔۔۔"

عمران نے ایک طویل سانس لے کر ٹرانسمیٹر جیب میں رکھا اور نہ جانے کیا سوچتا ہوا دُور غلامی گھوڑے لگا۔

عمران سائیکر منشن کے کپ کرے میں بیٹھا بڑے اہٹاک سے ان کا فزات کا جائزہ لے رہا تھا جو بریف کیس سے برآمد ہوئے تھے۔

یہ وہی تابلو تھا جس کا مطالبہ اُس نے خود فیاض سے کیا تھا۔

بحرین حرکت میں آگئے تھے۔ اُس سے پہلے ہی انہوں نے تابلو پر ہاتھ صاف کر دیا تھا۔ مگر پھر وہ عمران کے ہاتھ ٹانگئے۔ فیاض کے جگے میں کول نہ کوئی اُس لڑکی کا مسطورہ رہا جس کا جس کے ذریعہ اُس لڑکی نے تابلو حاصل کیا تھا۔ بہرحال یہ عمران کا مسئلہ نہیں تھا۔

عمران نے کا فزات ایک طرف رکھ کر طویل سانس لی اور سر اٹھا کر بولا۔ "سب کچھ چپٹ ہو گیا۔"

ہلیک زیرو کی دوسری طرف حاضر بیٹھا تھا۔

"کیا جناب؟" اُس نے حیرت سے پوچھا۔

"مجھے کا فزات کی نوعیت کا علم نہیں تھا۔"

"آخر یہ کیسے کا فزات ہیں؟"

"ان کا فزات میں ایک ایسے اسمگلر کی نشاندہی کی گئی ہے، جو ہر ایک وقت اسمگلر ہی ہے اور ایک میٹھی رہا۔ مگر اس کا اصل کام دونوں سٹپر پارول کو ڈیل کر اس کا ناکھا۔ جس بھی ترقی پذیر ملک میں اس پارول کے

”کسی خانے میں بھی تیں“ عمران نے جواب دیا۔ ”البتہ اُس کی زبان سے نکلنے والے غلط“ کاؤس“ کو کھانے میں لکھ دیا ہے۔ ظاہر صاحب! اب بہت جلد کرنی پڑے گی۔ مگر ذرا سی بھی چوک ہو گئی تو ملک کو ناقابلِ تلافی نقصان ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی سیدھا سادا اسمگلنگ کا معاملہ نہیں ہے۔“

”یہ... یہ... ریدوول۔“ اب پروگرام کیا ہے؟“

”سلیڈ سٹارز گا۔“ عمران بولا۔
”اے نہیں بلیغون کی گھنٹی بج گئی۔“ بلیک زیرو نے ریسپورڈ بٹھایا اور کمرے کی طرف سے جوتوں کی آواز سن کر بلیک ریدو نے ریسپورڈ کی طرف بڑھا دیا اور خود کمرے سے نکل گیا۔

عمران مارتھ جیس میں بولا۔ ”لو۔“

”اس...“

”کیا بات ہے؟“

”اوہر گھپا ہو گیا ہے۔“

”کیا دونوں میں جوہر ہزار ستر سو ہو گئی؟“

”سہیں... دو دونوں ہاتھ ہیرا باندھ رہے ہیں!“ جوزف گھبرائے ہوئے لمحے میں بولا۔

”اے... شب دیجور کے نیچے... پھر چرس پی لی ہے کیا؟“ مقول میں بات کر رہا ہے عمران نے دانت چرس کر کہا۔

”ہاں جیسے پوری بات سنو۔“ جوزف دوسری طرف گڑا گیا۔

”سننا۔“

”فلیٹ میں دو روپو بردار آدمی گھس آئے ہیں اور وہاں پتہ پوچھ رہے تھے۔“

”پھر۔“

”اُن دونوں کو مار مار کر بے ہوش کر دیا ہے۔“

مفاد ہوتے وہ اُن کی حفاظت کرتا تھا۔ خود ایک جی ایٹوای مجرموں کے ٹولے کا سربراہ تھا اور ترقی پذیر ملکوں یا فضیلی ملکوں میں مسلح بغاوتیں کرانے کا ماسٹر کھانا تھا۔ پھر وہ مسلح بغاوت کے لئے اسلحہ بھی خود ہی اسٹاک کرتا تھا۔ تم جانتے ہو کہ اس کے بغیر کوئی ایسی بغاوت ممکن نہیں ہوتی۔ ان کا غذا تھا مینا کچھ ایسے لوگوں کے نام ہیں جی جو ملک سے فرار ہو گئے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ انہوں نے طور پر کس ملک کے لئے کام کر رہا ہے۔“

”اس قسم کا تو ایک ہی بلیک لیڈر ہے!“ بلیک زیرو بولا۔

”شائد تم سنگ ہی کا نام لو گے۔“ عمران نے کہا

”ہاں...!“

”نہیں... یہ نائیل اس سے متعلق نہیں ہے۔“ عمران نے کہا اور پھر ایک دم چونک کر بولا۔ ”ہو گئی حماقت کی؟“

”یعنی...؟“ بلیک زیرو نے کہا۔

”کچھ نہیں... اب تورا سے ڈرائے کا سیٹ آپ ہی بدلنا پڑے گا۔“ عمران پر تشویش لپیٹے ہوئے بولا۔

”نواب شاہ کرملی شاعر کے بارے میں کیا خیال ہے؟“

”کچھ نہیں!“ عمران بولا۔ ”مشعل دماغ کے لوگ سازشیں نہیں کر سکتے

اور نہ ہی کسی سازش کی حفاظت کر سکتے ہیں۔ سازش کے لئے دماغ کا خنڈا

ہونا ضروری ہے اور شاربے چار اس صفت سے محروم ہے۔ میں نے اُسے

لیٹ سے نکال دیا ہے۔ سارا۔ ڈرائے کا سیٹ نئی بننے والی بندرگاہ

پورٹ فیس کے ارد گرد لگا دیا جائے گا۔“ عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔

”انکبتر باسطرید کا قتل کس خانے میں ڈالیں گے؟“ بلیک زیرو نے

سوال کیا۔

”راہِ ابر کو تو یہاں تک نہیں لگایا؟“
 ”نہیں باس! رسول میں یہیٹ کر رکھ دیا ہے۔ رشتہات ضائع نہیں ہوں گے۔“
 ”شاباش...! اچھا! آپ کہ... کیوں ضائع کو فتن کر کے اس عداوت کے
 متعلق بتا دے۔ اگر اسی کے آدمی ہوں گے تو سر کیڑ کر خود رو لے گا۔ راور
 اگر اس کے آدمی نہ ہوں گے تو خود مہٹ لے گا میں لی احوال ان سب کو مقرر اندر کر
 دینا چاہتا ہوں۔ سبے کار میرے ہیں۔ وقت برآمد ہو گا۔“

”اگر کہتاں صاحب نہ ملیں تو؟“
 ”مجھے کئے تھانے میں تون کر دینا۔ جو آفیسر ڈپٹی پر جو اسے پورا واقعہ
 بتا دیا۔ وہ خود لے جائے گا، اگر... الزام ٹوٹ مار کا دگا دینا۔“
 ”اور... کے... باس! میں بھی نہیں جانتا کہ یہ زیادہ دیر تک یہاں پڑے
 رہیں۔ کہیں اُن کے اور ساتھی نہ ہوں اور، دغا ہم الزام لگا کر پوئیس
 لے آئیں۔“

”دیکھ لے...! جو اس چھوڑ کر کتنی عقلمندی کی بائیں کرنے لگا ہے۔ جلد
 ہی تجھ ایسے علاقے میں پہنچا دوں گا جہاں نساو پر لگ ہلنے کا نہیں
 پہنکتا ہوا بولا۔“

”تھیک ہو... باس۔“ جوزف خوش ہو کر بولا۔
 ”اور ہاں۔ دیکھئے ظفر الملک اور جیمس سے کہہ دے کہ وہ تیار رہیں۔
 آدمی رات کے بعد تم تینوں کو غلیٹ چھوڑ دیتا ہے۔“

دوسرے عرن نے اپنی مہم کے لئے تیاریاں شروع کر دی تھیں... پھر
 ”دیموں کی گھماست کا ایک چھوٹا سا فخر ہندوین پر بار کر دیا گیا تھا اور درویش

۔ سامان کے ساتھ ساتھ کوٹڑوں کے شکار کا سامان بھی رکھ لیا گیا تھا۔
 گیس مارک اور انجین کی تصدیق بھی موجود تھیں۔

عرن کی جیب خاص قسم کی مٹی جو ضرورت کے وقت اسلوحہ کا بھی
 کام دے سکتی تھی۔

”رگ منادین کے دونوں طرف“ ”ادارہ تحقیقات طبقات ارض“ کا مینر
 چسپاں تھا۔

اس جہم میں عرن نے ظفر الملک جیمس اور جوزف کو ہی ساتھ لے لیا تھا
 ”میں کے باقی لوگ جہاں جہاں متعین تھے، ان کو دستور دیں رہنے دیا تھا۔ وہ
 بلیک زبرو کو عرن نے پہلے ہی روانہ کر دیا تھا کہ یہاں کی ہدایت کر دی تھی۔“

جیمس جیب ڈرائیو کر رہا تھا۔ ”عرن اُس کے برابر میں بیٹھا تھا۔ ہندوین
 جوزف چار دیوڑھا اور ظفر الملک اس کے برابر ولی سیٹ پر سہارا تھا۔
 اس طرح یہ تین ملہ سیر لائی دوسرے سے گزرتا چلا آگے بڑھتا چلا

چار دیوڑھا۔“

”کب تک اسی طرح چلتے رہیں گے یو مہم؟“ جیمس نے عرن سے کہا
 ”معلوم نہیں۔“ عرن نے مصححیت سے کہا۔

”جب آپ کو بھی معلوم نہیں تو کیوں نہ یہیں پڑاؤ ڈال دیا جائے؟“
 جیمس نے مشورہ دیا۔

”اچھا تو پھر رگ جاؤ۔“ عرن احمقانہ انداز میں ہن۔

”یو، بی سی، شاید آپ پر سفر کا اثر کچھ زیادہ بہتر نہیں ہو رہا۔“ جیمس بولا۔
 ”ہائے میری تانیہ بدی کی کو ششقی نہ رہا ہے گا۔“ عرن نے کہا۔

”آپ کے انداز کے مطابق ابھی کتنا فاصلہ باقی ہے۔“ جیمس نے پوچھا
 ”زیادہ سے زیادہ پانچ یا چھ میل۔“ عرن نے کہا۔

”یعنی صرف پانچوں کی سوئیاں رہ گئی ہیں۔“

”ٹھیک سمجھا آپ نے!“ عمران نے چڑانے والے انداز میں کہا۔

اسے میں جو حرف نے، اپنی گاڑی عمران کی سائیڈ پر لگا لی اور بولا ”باس صدم سے جلد پیچنے کی کوشش کیجئے۔ آگے چٹائی راستہ شروع ہو رہا ہے۔ اگر رستے میں کچھ چٹانیں حامل ہوئیں تو یہ بھی دیکھنا چھوگا کہ آسانی سے کیسے عبور کی جاسکتی ہیں۔“

”جوزف ٹھیک کہہ رہا ہے“ حسین رشتہ رتیز کرتا ہوا بولا۔ ”اور پھر دیکھیں میں اب زیادہ دیر نہیں تجھے گی۔ سورج غروب ہونے ہی والا ہے۔“ عمران کی آنکھوں میں تشویش کے آثار صاف نظر سے چل سکتے تھے۔ جوزف نے ایسی دی آگے کرتے ہوئے کہ ان میں آگے چلوں گا باس! اگر کسی سے مسئلہ نہ ہو گئی تو مات بھی خود ہی کروں گا۔ یوں تو ہم سب ہی اعلیٰ قسم کے ایک آب میں ہیں۔ مگر ماس قسم اپنے لئے اچھے سے پہچان لئے جا رہے ہیں۔“

”اب آگے بھی بڑھ... بڑا آیا مجھے سبق پڑھانے والا۔“ عمران نے کہا۔

دوسرے بعد چٹانی سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ جوزف نے حتی الامکان جلد از جلد چٹانوں تک پیچنے کی کوشش کی تھی۔ اور ان کو عبور کرنے کے لئے جگہ بھی منتخب کرتی تھی۔

راستہ و شدار گد زنایت ہو رہا تھا۔

عمران بڑے غور سے اپنے گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کو بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ چٹانیں زیادہ تر اندر سے کھوکھلی ہوں گی۔ اسی وجہ سے ان میں ٹکڑے لگائیں، سانا آسان ہو گئی تھیں۔

رات کی سیاہی گہری ہونے سے پہلے پیٹے یہ لوگ اس بستی میں پہنچ گئے جو ضیوں کی بستی کہلاتی تھی۔ اور جہاں زیادہ تر ماہی گیر آباد تھے۔

ان لوگوں نے بھی مناسب جگہ کا انتخاب کر کے اپنا خیمہ گاڑ دیا تھا اور دونوں

گھاڑیاں خیمے کی پشت پر کھڑی کر دی تھیں۔

کسی نے ان کی طرف زیادہ غور نہیں دی تھی۔ جیسے خیمے گاڑتے چپے جانا یہاں کے لوگوں کا معمول رہا جو اور ایک ایک، دو دو خیمے ضرور بنا گاٹنے کاٹنے خود بخود ایک مستی ان لگتی ہو۔

جھوک مشاب پر تھی... اور ٹھنک، منضلل پیدا کر رہی تھی۔

مجھے تو یہ جگہ ٹری شاداب لگ رہی ہے۔ ”جیمن لولا۔“ ہم اتنے دنوں سے صرف جھک مار رہے تھے۔ آپ بے بسی اس طاق مٹوہ کیوں نہ ہوئے؟ ”میں اب کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں؟“ عمران ایک بیک بنیہ نظر کرنے لگا۔

خضر اور جوزف آئے استغیاہہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

”ہم بڑی خوشخبریوں سن رہے ہیں۔ تم متور نہیں کر سکتے۔“

”آخر کچھ بتائیے بھی! ظفر نے پوچھا۔“

”مجھے صرف ایک چیز کی تخمینہ یہاں پہنچ گئی ہے۔“ عمران بخند کی سے بولا۔

”دیکھ کیا...؟“

”اسلمے کا ذخیرہ... امی جی جی جھک ہیں۔ سارا رہا ہوں۔ ساگر اور خضر فام کے ذریعے سے ہی معلوم ہوا تھا کہ اسلمے سے پھرے ہوئے بڑک انہیں کبھی کبھی چار سو میل سے آگے بھی لے جاتا پڑتے تھے۔ لیکن رشتہ پیمانے پر اسلمے کا ذخیرہ کہیں نہ کہیں ہو رہا ہے۔“

علاقہ نہایت محذوں ہے۔ اور اگر اسلحو پورٹ غنیل سے دیے سے تک پہنچایا جائے تو راستہ اور بھی کم ہو جاتا ہے۔ یہاں ایک بڑی زبردست جھیل بھی ہے۔ جہاں بڑے بڑے اسلیمیر کھڑے رہ سکتے ہیں۔ اور وہ تحصیل ماہی گیری کے کام بھی آتی ہے۔

ماہی گیری کی پوری ایک بستی میں موجود ہے۔ خود سوچو... ان سے کسی قسم کا کام لیا جاسکتا ہے۔ وہ ایسی چھوٹی چھوٹی کشتیوں کے اندر چھپیلوں کے ڈھیر کے پیچھے چھپنے لگا رہتا تھا۔ جھک ہتھیار چھپا کر

کتنی آسانی سے ساحل تک لاسکتے ہیں۔

”وہ میرے خدا...“ ظفر حیرت سے بولا۔ ”اندرونی طور پر یہاں یہ جو

رہا ہے

سب خاموش ہو کر اپنی اپنی جگہ کچھ سوچتے رہے تھے۔

بستی کی صبح بڑی خوشگوار تھی۔ سورج کی شعاعیں پری بھری پہاڑوں پر گویا گھسلا ہوا سونا لٹکا رہی تھیں۔ جواسکے جنگ جنگ جھونکے عجیب طرت کی خوشبوئیں فضا میں بھیر رہے تھے۔

وہ حیار دل نیچے سے نکل آئے تھے۔ عمران نے ایک ایسے پروفیسر کا میک اپ کر رکھا تھا۔ گراں دوا پیے طالب علموں کو ”طبقت الارض“ کے بارے میں تحقیق کرانے اس علاقے میں آیا ہے۔ حوزت پر کوئی خاص نیک نہیں کیا تھا۔ صرف وادھی کا اضافہ کر دیا تھا اور آنکھوں پر چٹہ لگا دیا تھا۔ ظفر الملک اور جمیں موب طالب علم ہی نگ رہے تھے۔ انہوں نے سفید آئین ہن رکھے تھے اور ہاتھوں میں ٹائل سے لے تھے۔ وہ پیدل ہی چل رہے تھے۔ بستی کے لوگ انہیں یونیورسٹی رداوی میں دھجتے اور قریب سے نکل جاتے۔ جمیں نے ایک آدھ کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تو عمران نے اسے منع کر دیا۔

وہ دن بھر گھومتے رہے تھے۔

ایک جگہ ”گ کر عمران جمیں سے بولا۔ ”یہ مزدوری نہیں ہے کہ ہم چاروں اکٹھے گھومیں، آؤ ہم تم کسی اور طرف نکل جائیں۔

”بالکل بالکل...“ جمیں اس کی بات سمجھتا ہوا بولا۔

وہ ”گ گئے تو ظفر الملک اور حوزت آگے بڑھتے چلے گئے۔

”عمران نے جمیں سے کہا۔ ”ہم یہاں پکنک پر توئے نہیں ہیں، کیا خیال ہے تھارہ؟“

”میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔“

”خیر سنا، میں کیا کرنا ہے... یعنی مجھے اور تمہیں! آج رات ان دونوں

کو ہم غیمے میں سوتا جھوڑ حاشی گئے۔ تلافی کا آغاز جیسے کے اس پاس سے ہی کر رہے تھے۔“

”گرات کو یہاں سرہ لگایا جتا ہو۔ تب ہلاکت کی تو ہمیں خبر ہی نہیں،“ جمیں یہ تشویش لکھ میں بولا۔

”یہ سب کچھ یہ تھیوڑ دو... تمہیں بس رات کو تیار رہنا ہے۔“

”بہت بہتر...“ جمیں بڑی سعادت مندی سے بولا۔

”اچھا بس تب چلو۔“ مجھے یقین ہے کہ ہم اسے کا ذخیرہ دریافت

کریں گے۔ جہاں ہمارا محلہ ہے اس کی پشت پر بھری ہوئی چٹانیں بہت کچھ بتی

معلوم ہو رہی ہیں۔“

وہ دونوں بھر بستی کی طرف چل پڑے۔ حوزت اور ظفر الملک کسی بات

پر الجھتے الجھتے ان سے پہلے ہی بستی میں داخل ہو گئے تھے۔

آج رات مطلع ابراؤد میں تھا۔ چاروں طرف سفات چاندنی بکھری ہوئی تھی

جمیں اور عمران لومڑی کے شکاریوں کے میک اپ میں تھے۔ عمران نے

”ماہر طبقات الارض“ کا لبادہ اتار کر ایسا میک اپ کر لیا تھا جیسے کہ

اکثر میوزن پر آنے والے لومڑیوں کے شکاریوں کا ہوتا ہے۔ کچھ تبدیلی جمیں

کے جیسے میں بھی پیدا کر دی تھی۔

ظفر الملک اور حوزت کے خراٹوں کی آواز سنی کر دونوں خاموشی

سے ”سرا گئے اور پھر چٹانوں کے ایک سلسلے کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

آدھ گھنٹے تک چلتے رہے کے بعد عمران ایک جگہ رک گیا۔ میں یہاں کے نقشے کے ذریعے چٹانوں کی بناوٹ اور اُن کے سلسلے میں کافی حد تک سمجھ گیا ہوں۔ عمران نے کہا: "میں نہیں وہ جگہ دکھا تا ہوں جہاں سے ہمیں یہ بیابانی عبور کرنا ہے۔ یہ کہہ کر عمران نے مارچ روستہ کر لی اور دشمنی کا حمد و دامنہ دہانی جانب ریگنگ کیا۔ یہ کسی خار کا دہانہ تھا۔

ایچانک عمران نے مارچ دکھا دی... اُس نے کسی قسم کی تاریکی ماریت بجائی تھی۔ بیچھا جاؤ... عمران آہستہ سے بولا اور وہ دونوں خار کے دہانے پر ہی بیٹھ گئے۔

احتمالاً کے بار جو بھی ستادہ دیکھ لئے گئے تھے۔

دقت سے تھوڑے سی فاصلے پر سے کسی نے چیخ کر کہا: "لوں... ہا سائے آؤ... اور نہ چپتا ہوں گولی۔"

عمران فیصلہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ لوگ کن جوہر تھے، مگر جیسا بھی بکا تھا۔ لہذا وہ بھی ہماری ہمت کو آواز میں ترشح کر بولا: "تم کوں سوتے ہو چہچہنے والے؟" "سرخیز..."

"میں کوسوں کا شکاری ہوں... احانت نامہ ہے میرے پاس؟ عمران نے جواب دیا۔

"ابوھر شکار نہیں ہے۔"

"ہم تلاش کر لیں گے... نہ سوات و امیں چلے جائیں گے۔ عمران بولا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی عمران نے مددگار جان لی میں دیکھ لیا تھا کہ وہ تعداد میں جا رہی تھیں۔ اُس نے کاسرغندہ تھا، اور صرف اسی کے ہاتھ میں ٹائی گئی تھی باقی حال ہاتھ تھے۔

عمران کا ذہن تیزی سے سوچ رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ لوگ رہنبر نہیں ہو سکتے۔ تو کیا ان چٹانوں پر پہرہ ہے؟ عمران ایک دُش سے پھر کر اُڑت بواؤ گے بڑھا تھا۔ جیسے ہی بھی راضی

سنبھال لی تھی۔ درپہرہ دونوں ایچانک ہی اُن چاروں کے سامنے راضی تھے۔

"چاروں اپنے ہاتھ سروں سے بلند کر لور عمران کو لہا۔ پہلے اور دوسرے گئے۔"

جیسے ہی اُن چاروں کی طرف راضی تان لی اُن چاروں میں سے یمن نے ہاتھ اُپر اٹھا دیئے لیکن اُن کا سرغندہ یمنی سینہ تانے لگا اس طرح اُن کو گھور رہا تھا گویا اُن کے ہاتھ میں راضی نہیں کھیلنے ہوئی اور ان کی دھکی سے محفوظ جو رہا جو۔

سے... تم بھی اپنے ہاتھ اُپر اٹھاؤ اور راضی ایک طرف ڈال دو۔ جیسے نے راضی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

لیکن اس نے کوئی وجہ نہیں دی۔

ایچانک اُن فیصلوں کو نہ جانے کیا ہوا کہ حبیب کو جیسے سے پٹ گئے۔

گھبراہٹ میں جیسے فائر بھی نہ کر سکا۔ اور عمران اچھل کر ایک طرف کود پڑا۔ اسی کے پیچھے ان چاروں کا سرغندہ بھی دوڑ پڑا اور جی اُس کی مقلد تھی۔ عمران جینز بدل کر ایک دم ہلکا تھا اور اس نے گھبرا کر راضی جو جاری ہو چلا اور کے سر پر پڑی۔ ٹائی گئی اس کے ہاتھ سے حبیب گئی۔ عمران نے "ایچانک" کی ٹائی گئی تھی اور کسی کا دستہ اس آدمی کے سر پر ایک بار اور رسید کر دیا حملہ آور یہ چوٹ نہ سہہ سکا اور ایک طرف کوڑھاکر کے جس وجہت ہو گیا۔

عمران اُسے حبیب کر اُن فیصلوں کی طرف جھپٹا جو جیسے پر پڑے تھے۔

جیسے کا ڈیٹ چکا تھا۔ مگر وہ لوگ اُس سے راضی نہیں چھین سکتے تھے۔

عمران نے جھاک کر ان کے ایسی جھکوں پر غمزہ لگا میں کہ وہ فوری طور پر بے ہوش ہو کر گر پڑے پھر اسی نے جیسے سے کہا: "شکار کے کھیلے میں

دور کی تھی ہے، اچھا لڑکے

جیسے ریشم کی ڈور کا بچھائے۔ بچہ اسی دن پلٹ آیا۔ ہر دو دن سے ان چاروں کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے۔ عمران صرفہ کو بھی کھینچ کر ان تینوں کے قریب ہی لے آیا تھا۔

”اب تم یہیں ٹھہرو۔ میں اس غار کو اندر سے دیکھتا ہوں۔“

یادچ منٹ بھی نہیں گئے کہ عمران غار کے اندر سے نکل آیا اور جیسے سے بولا ”چلو! ان چاروں کو اٹھا کر نہا۔ میں سچا نا ہے۔ غار کے اندر ایسا سامان موجود ہے جس کی بنا پر ہمارا جاننا ہے کہ یہ کسی کامکن سے۔“

”ابھی لوگوں کا سکن ہو سکتا ہے نہ جیسے ہو۔“

وہ چاروں غار میں پہنچا دیئے گئے۔ انہیں ابھی تک حوش نہیں آیا تھا۔ وہاں پاسے جانے والے سامان میں کچھ موم ہتیاں بھی تھیں جنہیں فردا روشنی کر دیا گیا۔

موم بتیوں کی روشنی میں عمران نے غار کا جائزہ لیا۔

چوٹی کا صرفہ تھا اس کے جسم میں جیسٹ برلی تھی۔ وہ خاک پتلون اور خاک کی بیض چسپے ہوئے تھا۔ خود حال کے اعتبار سے چاروں سفاکی ہی لگتے تھے۔ اس کی تصدیق ان کے پیچھے سے ہی ہوئی۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ بیری طرح حوش میں آ گیا۔ لیکن ہاتھ پر بندھے ہوئے کچھ دھبے سے حاشیہ پر اتر آؤ نظروں سے عمران کو گھورتا رہا جو بندروں کی طرح زمین پر اکڑوں بیٹھا اس کی طرف متوجہ تھا۔

”شکار بول کہ بددعا جیسے کا مزا چھ لیا تم نے؟“ عمران نے اُسے جڑھلنے والے انداز میں مخاطب کیا۔

”تم کون ہو۔“ وہ دانستہ پسیس کر بولا۔

”جنت سے نکلا ہوا آدمی!“ عمران نے مصیبت سے جواب دیا۔

صرفہ عمران کو قہر آؤ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید اس کا سر کہیں سے کھل گیا تھا۔ کیونکہ حوں پر اس کی اس کے چہرے پر آ رہا تھا۔ جیس نے وہیں پر سے جھٹے ایک کپڑے سے اس کا چہرہ صاف کرنا شروع کیا۔ اچانک صرفہ بولا۔ ”تم کوئی بھی ہو۔ مگر اس غار سے آگے نہیں بڑھ سکتے۔“

”ہم اور پوچھ کر بار بار اتر جائیں گے۔“

”اگر ایسا کر دے تو ہمیں فوراً گرانی مار دی جائے گی۔“

”مگر کیوں؟“

”یہ علاقہ ہمارا ہے۔۔۔“ صرفہ نے جواب دیا

”مگر ملک سے باہر تو نہیں۔ اور اگر تم یہ شادو کو خود تم کوں پرتو

تھامے حق میں اچھا ہی ہو گا کیونکہ۔ پیچرو والا بہانہ چلا نہیں۔“

”تم شکاری نہیں ہو۔“ بلکہ اول درجے کے، الحق معلوم ہوتے ہو۔

”تم نہیں جانتے کہ کیا کر رہے ہو۔“ صرفہ دانت پیس کر بولا۔

”اور تم جانتے ہو کہ کیا کر رہے ہو؟“ عمران دیکھ سے سختی کر بولا۔

”یور ہائی نس۔“ یہ وقت ضائع کر رہا ہے۔ شاید اس کے کچھ اور

مددگار بھی ہوں۔ کیوں نہ ہم ان کو مدد کر غار کے دوسرے دہانے

سے نکل جائیں۔“ جیسے بالآخر بولا۔

”تمیں غار کا دوسرا دہانہ بتاؤ۔ تاکہ ہم اندر اندر چٹانوں کے گھس

پار پیچ جائیں۔“ عمران سے کہا۔

”خیر غریب۔۔۔ ہم اسی لئے تو یہاں متعین ہیں کہ کوئی چٹانوں کے اس

یار نہ جاپائے تو اسے اندر سے جھانکے کا راستہ بنا دیں۔“ صرفہ طنز پر

انداز میں بولا۔

”یور ہائی نس۔۔۔“ سخت ڈوگری آزمایئے۔ چلی بولی جائے گا۔“ جیسے

نے مشورہ دیا۔

”کوشش کر کے دیکھو۔ جیب بتا رہا تھا کہ وہ سے گزر جائے گا تو ہم مر جائیں گے، اور ہماری لامٹوں کے سوا کچھ ہمارے ہاتھ نہیں آئے گا۔ سرفراز پر دھیما سے بولا۔

”کیا سمجھتے ہو؟ ہمارے وہ آتا ہمارے جان کے محافظ ہیں جس کے مفاد کے لئے تم اپنی جان کی بازی لگا رہے ہو؟ اچانک عمران نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

”نہیوں۔ ہم قوتات جاتے ہیں کہ انہوں کی اقتصادی گرفت سے بچنے کے لئے ہم ان پر اعتماد کر سکتے ہیں۔“ پھر اچانک اس کو اپنی منہلی کا احاس ہو گیا کہ وہ کیا کہہ گیا ہے۔

عمران نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

”تو تم بین الاقوامی ملینک میلرز کے بچے چڑھ گئے ہو؟“

”ان کے بارے میں عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے۔ مگر میں اس حد تک متفق نہیں ہوں۔“ سرفراز نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

”ہمارے متفق ہونے نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے؟“ جیس بولا۔

”خیر... خیر... ہم تم سب کو مدد کر سکتے ہیں۔ اگر یہ تبادلوں کے کس کے لئے کام کر رہے ہو تو جان بخشی ہو سکتی ہے۔“ عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”انسانیت کے لئے؟“ سرفراز بولا۔

”اچھا تو پھر میں انسانیت کا گلا گھونٹ رہا ہوں؟“ عمران نے اس کی گردن کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”یو ہائی لنس“ جیس ہاتھ ہٹا کر بولا۔ ”یہ اس طرح کچھ نہیں تاشی گئے کیوں نہیں، ان سب کو شوٹ کر دوں؟“

سرفراز نے ایک وحشت ناک قہقہہ لگایا۔ کچھ دیر تک ہنس رہا اور پھر بولا۔ ”پیسے رافضی کا بریڈ اٹھانے کے قابل تو ہو جاؤ۔“

جیس اس کی چوٹ پر تھلا کر رہ گیا تھا۔ ٹھیک اسی وقت باہر ایک دھماکا ہوا۔

عمران نے ایک لمحہ صانع کئے بغیر سرفراز کی کنیٹی پر زور سے رافضی کا دمتر رسید کیا تھا۔ اور وہ ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا تھا۔ جیس نے بڑھ کر موم شیاں بکھا دی تھیں۔

عمران اندھیرے میں جیس کا ہاتھ پکڑ کر مار کے دوسرے دہانے کی طرف دوڑ پڑا تھا۔ اسے جیس مٹا کر یہ مار کہیں نہ کیسی ختم ضرور ہو گا۔

وہ تاریکیوں کی دلدل میں ڈوبتا ہی چلا جا رہا تھا۔ غار آگے جا کر تنگ ہو گیا۔ اور رتہ رتہ شریک میں تبدیل ہو جا رہا تھا۔

”کیا آپ کے پاس ٹارچ ہے؟“ جیس نے سرگوشی کی۔

”اپنا شکاری قھیلا ساتھ لانا نہیں بھولا ہوں۔“ عمران نے جواب دیا۔ شکاری رافضی راستہ سننے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ رتہ جاتے یہ شریک کہاں جا کر ختم ہو گا۔ یا غار کے اندر کوئی دوسرا غار موجود ہو گا۔ جیس نے پچھتے... جیس کراہا۔

”بیک تو رہنا ہی پڑے گا۔“ عمران نے جواب دیا۔

غار کی اونچائی بس اتنی ہی تھی کہ وہ سیدھے چل سکتے تھے۔ کافی دیر تک چلنے کے بعد وہ ایک ایسی جگہ پہنچے جس کی تعمیر میں انسان ان کو زیادہ دھن نہ تھا۔ یہ شریک غار کا دہانہ تھا جس پر وہ سے ایک جھکی ہوئی چٹان مایہ کئے ہوئے تھی۔

وہاں ایک خوشگوار جھولانہ ان کے جھروں سے لگایا... اور پھر

عمران نے جیس کی کرنہ پکڑ لی ہوتی تو اس وقت جیس کی ہڈیاں بھی سرور
 بن گئی ہوتیں۔
 سرنگ ادھر اٹھتی چلی گئی تھی۔ دونوں کو گھبراہٹ میں احساس ہی
 نہ ہو سکا کہ اوپر کی جانب جا رہے ہیں۔ اب عمار کا دہانہ ایک چٹان
 پر جا کر کھٹکھٹا تھا۔
 جیس نے آدھا دھڑ دہانے سے نکال کر نیچے دیکھا تو اُس کی روح
 فنا ہو گئی۔ ایک قدم بھی آگے بڑھ جانا تو سیدھا نیچے ہی جاتا۔
 ”کیا خیال ہے؟“ عمران نے سرگوشی کی۔
 ”موتی ہی جسے تو پھر ادیشے کیجھے؟“ لگاؤں پھلانگ؟“ جیس
 نے جواب دیا۔

”واپس چلو! پھر دیکھیں گے۔“ عمران نے کہا۔
 عمران واپسی کے لئے حرکت میں آیا ہی تھا کہ اندھیرے میں کسی چیز
 سے ٹکرایا اور گرتے گرتے بھا۔ اُس نے جیس کو ایسی دھوکھیا اور
 زمین پر بیٹھ کر اُس چیز کو ٹوٹنے لگا جس سے ٹھوکر لگی تھی۔

”آؤہ...“ ایک دم اُس کی زبان سے نکلا۔

”کیا ہے؟“ جیس نے بے چینی سے پوچھا۔

”جسم... انسانی جسم؟“ عمران نے جواب دیا۔

”ٹھنڈا ہے یا گرم؟“ جیس نے سرگوشی کی۔

”گرم ہے... اور ہے جی کسی عورت کا...“

”آت میرے خدا...“

”شاید بے ہوش ہے۔“

”کیا اٹھا کر لے چلیں گے؟“ جیس نے حیرت سے سوال کیا۔

”ہاں۔“ انسانی جسم کو دیوں چھوڑ کر نہیں جاسکتا۔

عمران نے اُسے ہوش جسم کو کاٹنے پر ڈال دیا اور ٹوٹل ٹوٹل
 کر پھر۔ تنگ کے لئے ہی عمار کی حوت واپسی ہوئی تھی۔

عمران عمار میں واپس آیا تو ابھی تک وہ چاروی بے ہوش
 پڑے تھے۔ گویا عمار میں کسی نے قدم نہیں رکھا تھا۔

عمران، جیس اور بے ہوش جسم سمیت عمار سے باہر آگیا...

اور بے ہوش جسم کو ایک بڑے سے پتھر کی آڑ میں رکھ دیا۔

مصیبت یہ تھی کہ چاندنی کھی پڑی تھی۔ بے ہوش جسم کو کاٹنے

پر ڈال کر نیچے تک پہنچنا مشکل تھا۔ اور اُس کے ہوش ہی آنے تک

کا انتظار نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہی خدشہ تھا کہ نہ جانے کس وقت

کچھ اور لوگ انہیں آکر گھیریں۔

تین۔ نقدیر دونوں نے یہی طے کیا کہ اسی حالت میں عورت

کو کھڑا کر دیا جائے اور دونوں اوروں میں ہاتھ ڈال کر کسی نہ کسی

طرح کھینچے ہوئے نیچے تک لے جایا جائے۔ اگر کسی نے روک

کر پوچھا تو یہاں کر دیں گے کہ طبیعت خراب ہے۔

دونوں نے ایسا ہی کیا اور اسی بے ہوش جسم کو نیچے تک

لانے میں کامیاب ہو گئے۔

اُس کی آنکھ کھل تو اُس نے خود کو ایک نیچے میں پایا۔ دکھلا

کہ اُنٹھ بھیڑی۔ خوف سے چہرہ بھیڑکا پڑ گیا تھا۔

اس کے دل کی دھڑک کچھ اور تیز ہو گئی تھی۔ چند لمحے

لڑکی کچھ دیر خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر تسوین کے آثار
صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس کے اواز سے ظاہر ہو رہا
تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہتی ہے مگر ہچکچا رہی ہے۔
"تم بے فکر ہو کر اپنی رُوداد سادو۔ اگر رازداری چاہتی
ہو تو تمہاری سب بات ہم تک محدود رہے گی۔" ظفر ٹھٹھکا ہوا۔
"تم تمہارا تعلق اُس لوگوں سے سہی ہے؟" لڑکی نے
سوال کیا۔

"ہم نے بتایا تا کہ ہم سب سے لاتعلقی ہیں؟" عمران ہلار
"تمہیں کون مار ڈالنا چاہتا ہے؟ اگر مناسب سمجھو تو بتادو
ملکی ہے ہم تمہاری کچھ مدد کر سکیں۔"

"وہ لوگ بے حد خطرناک ہیں۔ اتفاقیہ طور پر میں ان کے
ایک سمت بڑے راز سے واقف ہوئی ہوں۔ اور وہ اس
بات سے آگاہ ہو گئے ہیں کہ میں ان کا دار جان گئی ہوں
وہ مجھے تنکاری کتوں کی طرح دھمکتے پھر رہے ہوں گے۔
لڑکی پھر تسوین لہجے میں بولی۔

"جاہو تو میں بھی اُن راز میں شامل کرو۔" عمران نے
اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے کہا۔ "کھٹرو چیلے ناشتہ
کرو۔ جب حواس بجا ہو جائیں۔ تب بات کرنا۔ تم بھوک
سے تڑھال چو رہی ہو۔"

جوزف نے عمران کا اشارہ پا کر ناشتے کی ٹیسٹ اٹھائی
اور لڑکی کے سامنے رکھ دی لڑکی ناشتے پر نوٹ پڑی۔

"تین دن سے کچھ نہیں کھایا۔۔۔ لڑکی بولی۔ "جان

بے حس و حرکت سمیٹھی رہی پھر پھٹی پھٹی نظروں سے اُن چاروں کو
دیکھنے لگی۔ جن میں ایک سیاہ نام نیکو بھی موجود تھا۔
وہ چاروں اُسے سایہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔
لڑکی کے چہرے پر حد درجے نقابت طاری تھی۔

"نت۔۔۔ نت۔۔۔ کون جو تم کو۔۔۔ لڑکی خوف زدہ آواز
میں بولی۔

"دوست؟" عمران نے مختصر سا جواب دیا۔
"دوست؟" اس نے بے یقینی کے ساتھ دہرایا۔ "کیا تم لوگ
اس کے آدمی نہیں ہو؟"

"کس کے؟" عمران نے سوال کیا۔
"جو مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟" لڑکی ہونٹوں پر زباں پھیر
کر بولی۔

"ہم تو کسی کے بھی آدمی ہیں۔۔۔ بس یوں ہیں۔۔۔۔۔
خواہ غواہ ہیں۔۔۔ جیسے بڑے بغیر نہ رہ سکا۔

عمران نے اُسے گھٹو کر دیکھا اور لڑکی سے ہلار۔ "میں
"علم طغات" انا۔۔۔ کا پردیس ہوں اور یہ میرے اسٹورٹ ہیں۔
ہم لوگ یہاں کچھ دلیریت کر رہے ہیں۔"

"اوہ۔۔۔" لڑکی نے اطمینان کی طلویں سانس لی۔
"ہم زہب کے طبق گئے سکا سمجھو کہ تم ہمیں ایک جگہ بے ہوش
پڑی مل گئیں اور ہم نہیں اٹھا کر یہاں لے آئے۔ باقی تم خود
اپنے بارے میں بتاؤ کہ اسی دور جا کر کیوں بے ہوش ہو گئی تھیں
جیسی نے کہا۔

بچانے کے لئے ایک غار میں گھس گئی تھی۔ لیکن وہ غار آگے چل کر سرنگ ثابت ہوا۔ اس لئے کمزوری اور جھوک سے شمال ہو کر وہیں گر پڑی... بعد کی جگہ کو کچھ خبر نہیں... ہوش میں آئی تو خود کو یہاں پایا... کیا میں سرنگ کے باہر مل سکتی؟

"تم ہمیں اسی سرنگ میں مل سکتی جس کا ذکر کر رہی ہو۔ ہم سردے کرنے کے لئے اس غار میں جا گئے تھے۔ غار کے دوسرے دہانے تک جانے کا ارادہ تھا مگر تم نظر آ گئیں، تو آگے بڑھنے کا ارادہ ملتوی کر کے تمہیں یہاں اٹھا لائے۔" جیسی نے وضاحت کی۔

روکی ناشتہ ختم کر چکی تھی اور اس کا چہرہ کسی قدر تازہ نظر آ رہا تھا۔ وہ عمران کی طرف دیکھ کر بولی۔ "پروفیسر! تم ایک ذمہ دار آدمی ہو۔ میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اپنی کہانی تمہیں سنا دوں تاکہ میرے ولی کا بوجھ ہلکا ہو جائے۔"

"مزبور... مزبور..." عمران نے اس کی طرف پروفیسر انا انداز میں متوجہ ہو کر کہا۔

"میں ایک ایسے شخص کی بیوی ہوں جو سابق حکومت کے زمانے میں نیوی کا آفیسر رہ چکا ہے۔ کچھ ذاتی اختلافات کی بنا پر اس نے استعفیٰ دیدیا تھا۔ اور اب وہ ایک بحری جہاز پر ریٹائر ہو چکے ہیں۔"

"کیا نام ہے تمہارے شوہر کا؟" عمران نے سوال کیا۔

"بہرام کاؤس..."

عمران یہ نام سن کر چونک پڑا۔ اچانک اسے باسط رشید

کے مرنے وقت کے الفاظ یاد آئے۔ اس نے "کاؤس" ہی کہا تھا۔

"آگے کیا ہوا؟" عمران نے سوال کیا۔

"میرا نام بہرام کاؤس ہے! ہم لوگ خاصی پُر سکون زندگی گزار رہے تھے۔ میرا اور کاؤس کا مشترکہ کاروبار تھا۔ مجھے اپنے باپ کی وفات سے خاصی دولت مل گئی تھی۔ میں نے کاؤس کے ساتھ مل کر خام مال کی تجارت شروع کر دی ہمارا مال زیادہ تر انکلستان جاتا تھا۔ برسے برس میں زندگی گذر رہی تھی۔ میں ہر سفر میں کاؤس کے ساتھ ہوتی تھی۔ اور ہم زیادہ تر بڑی سفر کیا کرتے تھے۔ اچانک ایسا ہوا کہ کاؤس کی ملاقات کسی تقریب میں ایک ایسے سیاسی لیڈر سے ہوئی جو سابق حکومت کی لاک کا بانی سمجھا جاتا تھا مگر کینی خصلت ہونے کی وجہ سے جلد ہی سابق حکومت کا مقرب ٹھہرا۔ وہ اپنی حکومت کا تختہ الٹ کر برسر اقتدار آنا چاہتا تھا لیکن اس کی یہ سازش کھل گئی۔ وہ راتوں رات یہاں سے فرار ہو گیا۔ موجودہ حکومت کا بھی وفادار نہیں تھا۔ اس لئے ملک میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا کاؤس کے ساتھ اس کی پرانی یاد الٹ تھی۔ رفتہ رفتہ دونوں کے تعلقات وسیع ہونے لگے۔ یہاں تک کہ اس کے کہنے پر کاؤس نے ایک بحری جہاز "شرگل" پر ریٹائر ہو کر بیٹری میں مقیم رہنے کا ارادہ کیا۔ اب صورت حال یہ ہے کہ وہ اسی سیاسی لیڈر کا اور اپنا خام مال یہاں بیچتا ہے اور دونوں تجارت میں جتنے دار ہیں۔ روکی خاموش ہو کر عمران کو دیکھنے لگی۔

بکری جہاز "سنگل" کا نام سن کر عمران کے کان کھڑے ہو گئے تھے۔
 "مہربان سے لیے تو اس میں کوئی تشویش کی بات نہیں لگتی عمران نے کہا۔

"وہی جتانے جا رہی ہوں۔" لڑکی صحت کو ٹھیک کر دلی۔ "کچھ دنوں سے مجھے محسوس ہو رہا تھا کہ کاؤس سفر کے دوران مجھے ساتھ نہیں رکھنا چاہتا۔ کھل کر کہتا بھی نہیں تھا لیکن ایک روز کہنے لگا کہ میں گھر پر ہی رہ کر دوں۔ بکری مغرب وہ تھا ہی کیا کرے تھا۔ یہ بات اس نے اس وقت کہی تھی جب ہم انگلستان سے خام مال لا کر لا رہے تھے۔ اور ابھی اپنے ملک سے واپس آئے ہوں میں تھے۔ ہوتا یہ تھا کہ بکری باز کو تو وہیں کھلے سندرہ میں چھوڑ دیا جاتا تھا اور سامان اسٹیر کے ذریعے پورٹ تک لایا جاتا تھا۔ کیونکہ ابھی پورٹ زیر تعمیر ہے اس لئے بڑے بڑے جہازوں کو دور ہی کھڑا کیا جاتا ہے۔ یہاں ایک مخصوص اسٹیر حصہ "بکریاں" میں کھڑا رہتا ہے۔ اسی پر خام مال بار کر کے لایا جاتا ہے۔ ایک رات میں جب یہ سے نین میں سو رہی تھی کہ ایک میری آنکھ کھل گئی۔ کاؤس شام، انجین روم میں تھا۔ میرے دل میں نہ جانے کیا آئی کہ میں اندر کر کاؤس کی طرف چیدی۔ انجین روم کا دروازہ درسا کھلا ہوا تھا۔ اندر کاؤس ایک آدمی کے ساتھ موجود تھا۔ اس شخص کی پشت دروازے کی جانب تھی لہذا میں اس کا پہرہ نہ دیکھ سکی۔ مگر اُن دونوں کی گفتگو یہ آسانی سن سکتی تھی۔ مجھے اُن کی باتوں سے کچھ شبہ ہوا تو میں انجین روم میں بہنے کی بجائے باہر

ہی رک کر اُن کی گفتگو سننے لگی۔ یہ دھڑکا ہی تھا کہ کہیں کوئی آنے جائے اور مجھے انجین روم کے دروازے پر چوروں کی طسرت کھڑا نہ دیکھ لے۔ اُن کی گفتگو سن کر میرے ہوش اُڑ گئے۔ مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ کاؤس میری موجودگی کیوں نا پسید کرنے لگا ہے۔ اور خام مال کی شکل میں اندرونی طور پر کیا بزنس ہو رہا ہے۔ لڑکی ایک دم خاموش ہو گئی۔

"کیا بزنس ہو رہا ہے؟" عمران نے سوال کیا۔

"کچھ بین الاقوامی قسم کے چٹاک اسٹو اسٹیکل کر کے بیابا بھیج رہے ہیں۔ اور یہاں سے اسٹیکل کر کے کسی اور پس ماندہ ملک کو پہنچا رہے ہیں۔" عمران نے وہی سے بھائی۔

"تب مجھے پتہ چلا کہ میرا مشورہ درحقیقت کیا کر رہا ہے۔ وہ ملک سے فٹاری کر رہا تھا۔ اس سیاسی لیڈر نے ہی اسے فٹاری کی راہ پر لگایا تھا۔

"تم اس پر فٹاری کا لزام کیسے لگا رہی ہو؟" خضر نے سوال کیا۔

"اسٹیکل منہ دیکھنے کے لئے نہیں ہوتی۔ ملک میں مسلح بغاوت کی تیاریاں نہیں تو کیا ہو رہا کاؤس اس میں حصہ نہیں لے رہا؟" لڑکی نے متفکر ہو کر پوچھا۔

"اُں... یہ تو ہے؟" عمران نے یہ تشویش لہجہ میں کہا۔

"مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ سیاسی لیڈر بھی کسی کا ایجنٹ ہے۔ خود اپنے بل بوتے پر اتنا بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا

میں یوں سمجھ لو کہ کوئی بڑی طاقت اپنے انجینئرز کو برسرِ اقتدار دیکھنا چاہتی ہے۔ لڑکی نے سر جھک کر کہا۔
 "لڑکی! تم تو میرے ذہن کی کھڑکیاں کھولنے سے رہی ہو۔"
 عمران نے پریذیسر اٹھانے میں حیرت سے کہا۔
 لڑکی خاموش رہا کر اپنی انگلیوں اور ناخنوں کو دیکھتی رہی۔
 "تم نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ تہا رس جانِ خطرے میں کیوں تھی؟
 اچانک عمران نے سوال کیا۔

"پروٹ پر ایک بہت اچھا ہوس ہے۔ کاؤس جب تک یہاں رہتا ہے، ہم لوگ چوٹل ہی میں قیام کرتے ہیں۔ ہلے لے ہمیشہ دد کرے رہتا رہتے ہیں۔ ایک کرہ اس کا اور دوسرا میرا۔ دونوں کو ایک ہی ہاتھ ڈوم ملتا ہے۔ میں چونکہ کاؤس کی ذہن سے مشتبہ ہو چکی تھی۔ لہذا ہر وقت لڑہ میں رہتے تھی۔ آج سے چار روز پہلے کا دن ہے کہ کاؤس کے کمرے میں ایک شخص اس سے ملنے آیا۔ میری غلطی یہ تھی کہ میں ہیرونی دروازے پر کان لگا کر اُن کی باتیں سننے لگی۔ میرا خیال ڈریسنگ ٹیبل کی طرف نہیں گیا۔ اچانک کھلے دروازے کی درز میں سے میری نظر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے پر پڑی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ کیونکہ آئینے والا، آئینے میں، صاف دیکھ رہا تھا۔ میں خوفزدہ ہو گئی اور بھاگ کھڑی ہوئی۔"

"حفاظت تھی! تم کاؤس کی بیوی تھیں۔ دروازہ کھٹکھٹا کر اندر جا سکتی تھیں۔" ظفر الملک نے کہا۔
 "بس فوری طور پر خوف غالب آ گیا۔ اکثریت تھا کہ ایسے

لوگ اپنے راز فاش ہو جانے کے خوف سے قتل کرنے سے بھی باز نہیں رہتے۔۔۔ اور میں ان کے راز سے واقف ہو گئی تھی وہ یقیناً مجھے مار ڈالتے اور کاؤس کو خبر بھی نہ ہوتی۔ اسی لئے میں بھاگ کھڑی ہوئی اور پھر چاروں تک چھیتی پھرتی رہی یہاں تک کہ تم لوگ مجھے اٹھا لائے۔" لڑکی خاموش ہو کر ہانپنے لگی۔

"میری مدد کرو اچھے آدمی۔ مجھے حکومت کے پاس لے چلو۔ دند پورا ملک کسی نہ کسی آنت کی لپیٹ میں آجائے گا۔" لڑکی نے کچھ دیر بعد عمران سے کہا۔
 "گھبراؤ مت!" عمران نے اسے تسلی دی۔ "پہلے میں اپنے طور پر اس معاملے کو دیکھوں گا۔"

"ہاں... باس! یہ اپنے ہی مطلب کی کہانی ہے۔" جوزف خوش چہرہ کہہ رہا تھا۔

"تم...؟" وہ حیرت سے بولی۔ "تم کیا دیکھو گے۔؟"

"ہی کہ وہ کتنے فی صد فساد بن چکا ہے اور کتنے فی صد باقی بچا ہے۔" عمران نے کہا۔

"پھر...؟" لڑکی نے سوال کیا۔

"جتنا باقی رہ گیا ہوگا مار پیٹ کر سونی صد کروں گا۔ تم اس کی فکر نہ کرو۔"

"تہا رسے ساتھ کتنے آدمی ہیں؟" لڑکی نے بے اعتباری سے پوچھا۔

"بس ہم چار ہیں... اور اب ایک تم بھی شامل ہو گئی ہو"

عمران نے مصیبت سے جواب دیا۔

”بیدری سے مار ڈالے جاؤ گے۔ تم نہیں جانتے کہ وہ لوگ کیسے ہیں۔ جو حکومت سے ٹکر لینے کا پروگرام بن رہے ہیں ان کے سامنے تم حاروں کی کیا حقیقت ہے؟“

”دیکھا جائے گا!“ عمران لاپرواہی سے بولا۔ ”یہ تباہ... اسٹیمر کا عملہ کتنے افراد پر مشتمل ہے۔“

”کاؤس سمیت دس افراد ہیں؟“

”وہ تو شاید ماہی گیری کا اسٹیمر ہے۔“

”بظاہر ایسا ہی ہے... مگر وہ اسٹیمر نہیں... جہنم سے رقت بڑھنے پر ایک جنگل جہاز میں بھی تبدیل ہو سکتا ہے۔“

”کوئی بات نہیں... کچھ نہ کچھ کر ہی لیں گے!“ عمران نے اپنی پرفیسرانہ شان میں کہا۔

”اپنی جاسی خواہ غواہ خط سے من ڈالو۔ مجھے صرف حکومت کے ذمہ دار لوگوں تک پہنچا دو۔“

”جی ہاں یہ وہ نہ کرو۔ تم ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا نہیں اور رہنا چاہتی ہو۔“

”تم لوگ بہت اچھے ہو۔ لی ایل میں تمہارے ساتھ ہی رہنا پسند کرتی مگر اس سے تم لوگوں کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ سکتی ہیں۔ وہ مجھے شکاری کتوں کی طرح ڈھونڈتے پھر رہے ہوں گے۔ تم لوگ مجھے ان سے نہیں بچا سکو گے۔“ زہرہ کاؤس چڑ تشویش لہجے میں بولی۔

”تم ایک کھلی حقیقت کو جھٹلا رہی ہو۔ اسے ہم نہیں ان سے بچا کر لے بھی آئے ہیں۔ جیسن ہاتھ اٹھا کر بولا۔

”مگر تمہاری شکل تبدیل کر دی جائے تو کیسا رہے گا؟“ عمران نے کہا۔

”وہ جھٹلا کیسے!“ زہرہ کاؤس نے حیرت سے پوچھا۔

”اسے میں صرف پروفیسر ہی نہیں ہوں۔ ایک ماہر میک اپ میں بھی ہوں۔ تمہیں بھی اپنے شاگردوں میں شامل کروں گا۔“

”کوئی مائی کال لال جو پہچان جائے۔ خود تمہارا شوہر تمہیں نہیں پہچان سکے گا۔“

”تب تو ٹھیک ہے۔“ زہرہ کاؤس بولی۔ ”اب میں خود بھی تم لوگوں کو چھوڑ کر جان نہیں چاہتی۔ یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ کاؤس کس حد تک فداوار ہے۔ اگر وہ واقعی فداوار ثابت ہوا تو میں اسے ہاتھ سے اُس کو گول مار دوں گی۔“

”شاباش تمی! تم ایک مشرول خاتون ہو۔ تم ہمارے ساتھ رہو گی۔ میں تمہاری حفاظت کروں گا۔“ جملز سینہ ٹھوٹک کر بولا۔

”جی کچھ نہیں جانتی۔ جو تمہارا دل چاہے اسی سلسلے میں کرو مجھے اپنی جان کی پرواہ نہیں۔ اگر وطن کو بچانے کے کام آجائے تو اور کیا چاہیے۔ فکر صرف تم لوگوں کی ہے کہ میری وجہ سے کسی آفت کا شکار نہ ہو جاؤ۔“ زہرہ نے جوزف کی طرف دیکھ کر کہا۔

”بس نہیں... تم فکر نہ کرو...“ عمران بولا۔ ”چاہو تو اور

آرام کر سکتی ہو۔ شام کو ہم "طبقات الارض" کی تحقیق کے سلسلے میں ساحل پر ملے جگہ جا رہے تھے۔ کیا نام ہے اس جگہ کا...؟
"ہرل برائٹ اشار" لڑکی آہستہ سے بولی اور گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

جیپ خود عمران ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ جیپ میں بیٹھے سب افراد یہی سمجھ رہے تھے کہ عمران کا اگلا ٹارگٹ "ہرل برائٹ اشار" ہی ہوگا۔ مگر جیپ ہرل کی حدود سے نکلتی ہوئی ابھر رہی تھی۔ یہی جتنی جلدھر بہت سے ہش بنے ہوئے تھے۔
عمران نے ایک جگہ جیپ روک دی اور سب کو جیپ سے اتر جانے کو کہا۔

"آگے پیدل مارچ کرنا ہے۔" عمران بولا۔

سب پیدل چل پڑے۔ عمران آگے آگے چل رہا تھا اور چلنے کا انداز بھی پروفیسرانہ ہی تھا۔ پیچھے چلنے والوں میں زہرا کاؤس، ظفر الملک اور جنیس ہاتھوں میں نائل پکڑے چل رہے تھے جوڑت سب سے پیچھے تھا۔

عمران ایک ایسے ہٹ کے سامنے جا کر رُک گیا جو ساحل سے تو قریب تھا لیکن باقی تمام ہٹس سے دور تھا۔ وہ اس فائز میں کھڑا تھا جیسے اب اُن کو "طبقات الارض" کے بارے میں کوئی اہم بات بتائے گا اور وہ چاروں اس کے سامنے اس طرح مڑب کھڑے تھے جیسے اگر وہ اہم بات اس وقت سننے اور سمجھنے سے رہ گئی تو زندگی بھر اس کا ملال رہے گا۔
"ہاں... تو میں یہ کہہ رہا تھا اسٹوڈنٹس! "عمران بہ آواز بلند بولا۔ " زمین کی دفا میں کئی طبقے ہیں جو ایک دوسرے سے الگ واقع ہیں۔ ہر ایک کی خصوصیات جدا جدا ہیں۔ گو ان کی حدود صاف طور پر واضح نہیں۔ پھر بھی ہر ایک کی پہچان ممکن ہے۔ مثلاً ہوا کا "مکڑہ اڈل" سے لکھو۔ یہ خط استوا پر

عمران اُن سب کو غصے میں چھوڑ کر اکیلا ہی نکل کھڑا ہوا تھا۔ جوڑت نے احتجاج بھی کیا تھا کہ وہ اُسے ساتھ رکھے مگر عمران نے اس کو غصے میں رہ کر زہرا کاؤس کی حفاظت کرنے کی ہایت کی تھی۔

شام تک عمران کی واپسی ہوئی تھی۔ دن بھر کیا کرتا رہا اس کی کسی کو خبر نہیں تھی۔

عمران نے زہرا کاؤس کا میک اپ اس طرح کیا تھا کہ خود بھی وہ اپنے آپ کو نہیں پہچان سکتی تھی اور عمران کے سامنے ایک میک اپ کی دل کھول کر تعریف کرتی رہی تھی۔ اُسے ایک ایبیرن بھی پہنا دیا گیا تھا۔ تاکہ طالبہ لگ سکے۔ عمران ایک سفید ساڑھی اور سفید ہلاؤز بھی کہیں سے حاصل کر کے اپنے ساتھ لے آیا تھا۔ ساحل تک جانے کے لئے جیپ استعمال کی گئی تھی۔
وہ بڑی پر لفا جگہ تھی... دور دور جگہ تھوڑے تھوڑے واسے پر چھوٹے بڑے ہش بنے ہوئے تھے۔

پر تقریباً سوہارہ۔ ایک پھیلا ہوا ہے اور قطب پر کوئی آٹھ
کلومیٹر تک۔ فضا کی زیادہ تر کثافت یہیں موجود ہے۔ تمام
موجودی مظاہرے اسی سطح میں رونما جوتے ہیں۔ اسی طرح " رواں
کرہ" سے۔ یہ یہیں سو پچاس کلومیٹر تک پھیلا ہوا ہے۔
اس میں گیسوں کی تہیں موجود ہیں، جو سورج کی شعاعوں سے
روان ہو گئی ہیں۔ یعنی... ان میں مثبت اور منفی برقی ذرات
آزاد شکل میں رواں ہیں۔ چونکہ یہ "ادنی" رولر کیونسی،
ریڈیائی لہروں کو منتشر کر سکتے ہیں، اس لئے ان کے
ذریعے ریڈیائی نشریات دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے
کونے تک پہنچائی جا سکتی ہیں۔ عوام برائی جہاز ہوں یا
پانی کے جہاز ریڈیائی نشریات کا یہی اصول کارفرما رہے گا
اس کے علاوہ...

اسی وقت جیسے نے ایک دم اپنا جہان ہاتھ اٹھا دیا تھا
"اسٹوڈنٹ! کچھ کہنا چاہتے ہو؟" عمران نے خواص
پروفیسر ارنڈ زبان استعمال کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ سر...!" جیسے نے ہاتھ گراتے ہوئے کہا۔
"کہو...!"

"سر...!" ہم زمین کی فضا کے بارے میں نہیں بلکہ
زمین کے طبقات کے بارے میں ریسرچ کرنے آئے ہیں
شانہ آپ بھول گئے ہیں۔ جیسے نے شوخ ہلچے میں کہا۔
"آں... ہاں... چھا۔ اچھا!" عمران نے بھول جانے
کی شاندار ادکاری کرتے ہوئے کہا۔ "مگر اسٹوڈنٹ

زمین کے طبقات کے بارے میں ریسرچ کرنا دراصل حماقت
ہے۔"

"وہ کیسے سر؟" اس بار ظفر الملک بول پڑا تھا۔

"زمین میں کیا رکھا ہے۔ جنت کھودو بڈیاں ہی بڈیاں

نکل چلی آئیں گی۔ اپنے آباد اجداد کی بڈیاں، ان کے آباد اجداد

کی بڈیاں، پھر ان کے آباد اجداد پھر ان کے آباد اجداد..."

"ہیں... ہیں... سر اتمی بڈیوں کا کیا کریں گے؟" جیسے عمران

کی عادت سے گھبرا کر بولا۔

"یا پھر... کہیں کہیں... زیورات مل جائیں گے... جن

کو بڑاتے بڑاتے سارے آباد اجداد کو زمین کا پیوند ہونا

پڑا..." عمران سر ہلا کر بولا۔

"سر! زمین کی فضا کے بارے میں بھی جان کر کیا کریں گے

اس میں بھی کیا رکھا ہے؟" ظفر الملک نے کہا۔

"فضا کے بارے میں جانا زیادہ ضروری ہے۔ فضائی

حد ارضی جملے سے زیادہ جہتک ہوتا ہے۔" عمران نے

اُس کی طرف گھور کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"کوئی فائدہ نہیں..." ظفر الملک بولا۔ "ابھی تک

ہمارے سائنسدان یہ تک معلوم نہ کر سکے کہ مرنے کے بعد

"روح" جب آسمان کی طرف پرواز کرتی ہے تو عروجی جاتی

ہے یا ترہجی؟ اور راہ میں جو خلائی رکاوٹیں ہیں ان کو

کس طرح عبور کرتی ہے یا پھر وہ خلا میں ہی رہ جاتی ہے؟"

"امتی ہو؟" عمران گڑبڑ کر بولا۔ "بھلا اسی وقت "روح"

کا کیا ذکر ہے؟

"خیال آگیا تھا سر! آباد اجداد کی قبروں کے ساتھ ان کی رُوحوں کا بھی تو علم ہونا چاہیے۔" نظیر الملک نے کہا۔
"تو پھر زمین کے طبق اور زمین کی نفا عدلوں کو گزری مارو۔ اس ہٹ میں داخل ہو جاؤ اور فی الحال یہ ریسرچ کرو کہ اس کے اندر کیا عجائبات ہیں۔" عمران نے ہٹ کے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

اس تمام عرصے میں جوت اور زہرہ کاؤس خاموش ہی رہے تھے۔ جوت تو با ویر دخل اندازی کرتا ہی نہیں تھا۔ زہرہ کاؤس کو عمران نے بولنے سے منع کر دیا تھا کیونکہ وہ لمبہ بولنے پر قنار نہیں تھی۔

ہٹ کے دروازے پر مڑنا سناٹا لگا ہوا تھا۔ عمران نے ایمرن کی جیب میں اٹھ ڈال کر کبھی نکالی اور ٹالا کھول کر ہٹ میں داخل ہو گیا۔

وہ سب بھی اس کے پیچھے ہی ہٹ میں داخل ہوئے تھے۔ پھر سب ہی حیرت سے اس آدمی کو دیکھنے لگے جو رہتی دہائیوں سے بندھا ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اور اس کے منہ پر ٹیپ چپکا ہوا تھا۔ اس کے آگے ایک بڑی سی میز بھی پئی تھی۔ جس پر ایک نقشہ چھپا ہوا تھا۔
جوتی زہرہ کاؤس کی نظر اس قیدی پر پڑی اس کی جیسے اختیار چیخ نکلی تھی۔
"جوتی بے اختیار تھی۔ قیدی چونک کر زہرہ کاؤس کو

دیکھنے لگا تھا۔ یہ بہرام کاؤس تھا۔

ایمرن کے شاگردوں کو یہ جانے میں دیر نہیں لگی کہ یہ عمران کا کارنامہ ہی ہو سکتا ہے۔ دن بھر غائب رہ کر وہ یہی سب کچھ کرتا رہتا تھا۔

بہرام کاؤس، چوڑے چکے شانوں اور ایک مضبوط اعصاب والا شخص دکھائی دیتا تھا۔

وہ عمران کو دیکھ کر غصا تھا۔

"کوی جوت تم لوگ؟"

"آہستہ بولو... عمران بولا۔" یہ سب میرے طالب علم ہیں اور مجھے تم پہلے بھی دیکھ چکے ہو۔ "طبقات المذاج کا ماہر ہوں۔ میرے گھونٹنے اور پھینچنے میں یاد ہی ہوں گے۔"

"تم مجھے دوک کر ابھی موت کو دعوت دے رہے ہو؟" وہ غصا کر بولا۔

"اسٹیئر پر تیار ہی ہوں تو تم ہی وہ کہاں گئی؟" اچانک عمران نے سوال کیا۔

"نہت تو نام اس بے وفاکا... کاؤس زمین پر تھوکتے ہوئے بولا۔" نہ جانے کس کے ساتھ بھاگ گئی؟

اچانک زہرہ کاؤس آگے بڑھی اور اس نے ایک زناٹے وار متحرک کاؤس کے گال پر جڑ دیا۔ یہ سب کچھ اتنا اچانک ہوا کہ کوئی بھی مداخلت نہ کر سکا تھا۔

"اؤہ... گشتیا... کون ہے تو؟" کاؤس غصے سے دہلنے لگا۔

”بے غیرت... غدار... میں تجھے جان سے مار ڈالوں گی۔“

زہرہ کاؤس غصے سے بھلا کر بول۔

”اُدھ... تم...“ کاؤس کی آنکھوں میں حیرت ابھر آئی۔
”واز تو زہرہ کی کسی تھی مگر حلیہ اور شکل اجنبی تھی۔“

کاؤس نے گھبرا کر بادی ہاری اُن سب کے چہروں کو دیکھا
اُس کی سمجھ میں یہ ممکنہ ہی نہیں آیا تھا۔

ہاں... میں زہرہ ہوں... ان شریف آدمیوں نے میسری
جان بچائی تھی۔ اور اس وقت میک اپ میں ہوں کیونکہ تمہارے
گردہ کے ذیل آدمی میرے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ پہچانتے
ہی گولی مار دی گئے تھے۔

”ہمم... مگر... مگر مجھے تو بتایا گیا تھا کہ تم نے میرے
ساتھ بے وفائی کی ہے۔ تم کسی اور کے ساتھ فرار ہو گئی ہو۔“

کاؤس نے اس کی طرف لبور دیکھتے ہوئے کہا۔
”اور تم نے یقین کر لیا کہ زہرہ غصب نہ کرے گی۔“

”مجھے تمام صورت حال سمجھا دو... میری عقل جکڑ رہی ہے۔“
کاؤس بے جاہلی سے بولا۔

پھر آدھا گھٹن اُس کو تمام حالات سمجھانے میں صرف ہوا تھا
اس دوران میں عمران اور اُس کے ساتھی بالکل خاموش رہے۔

کتے۔ صرف زہرہ کاؤس ہی بولتی رہی تھی۔
زہرہ کاؤس نے شروع سے آخر تک اپنی کہانی سنائی تھی اور

کاؤس تمام کہانی سن کر عمران سے بولا۔
”میرے ہاتھ کھول دو... میں فرار نہیں ہوں گا۔ میں سب

کچھ سمجھ گیا ہوں۔ بے وقت بنا کر اپنا کام نہ کھانے والوں کو میسر نہ
ساتھ نہیں کروں گا۔“

عمران نے جرات کو اشارہ کیا۔ جرات نے آگے بڑھ کر
اُس کے ہاتھ کھول دیئے۔ کاؤس نے میز پر سے سگریٹ کی
ڈھیر اٹھا کر ایک سگریٹ نکالا۔

زہرہ کاؤس نے میز پر سے رائٹر اٹھا کر جلا اور اس کا
شعلہ کاؤس کے منہ میں دبے ہوئے سگریٹ کے قریب کر دیا۔
کاؤس نے بیک ہونٹ کش لیا۔ پھر زہرہ سے بولا۔ ”یہ بالکل
غلط ہے۔ کہ میں غدار ہوں۔“

”آخر تم ثابت کر کے تو میں تمہیں معاف کر دوں گی ورنہ اپنے
ہاتھ سے خود کو دوں گی۔“

”یہ بات وقت ثابت کرے گا کہ میں غدار نہیں ہوں۔ میں تو
صرف پچھل حکومت سے اور موجودہ حکومت سے بعض معاملات

میں اختلاف رکھتا تھا اپنے اُس حق کے تحت جو مجھے ملکی دستور
کے توسط سے ملا ہے۔ وطن سے غداری کا تصور تک نہیں کر

سکتا۔ خوب جانتا ہوں کہ وطن سے غداری کرنے والا پہلے خود ہی
جہنم واصل ہوتا ہے۔ سب بڑی بڑی طاقتیں۔ میں بے وقت

بنا کر اپنا کام نکال رہی ہوں۔ میں اب انہیں بتاؤں گا کہ ہم
بے وقت نہیں ہیں۔ کاؤس جوش میں بولے جا رہے تھے۔

عجیب مزاج کا آدمی تھا... کچھ دیر پیشتر ملک کے دشمنوں کا
دوست تھا اور اب انہیں لوگوں کا دشمن بن گیا تھا۔ اور یہ انقلاب

صرف ایک عرصت کے منہ پر سے رونما ہوا تھا۔

عمران شاہ اس کی فطرت کو سمجھ گیا تھا اسی لئے اس نے صرف زہرہ کو بولنے کا موقع دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ بڑے بڑے حادثے انہیں اپنی جگہ سے نہیں ہلکتے مگر ایک عورت ان کو بنیادوں سے اکھاڑ دیتی ہے۔ کاؤس کا شمار انہیں لوگوں میں ہوتا تھا۔

زہرہ کاؤس کی درخواست پر عمران نے کاؤس کو آزاد کر دیا تھا۔

اب یہ سب لوگ دوستانہ ماحول میں بات چیت کر رہے تھے۔
 "تمہیں عملی طور پر چھاری مدد کرنا ہوگی۔" عمران کاؤس سے بولا۔
 "میں تیار ہوں۔" کاؤس سگریٹ سٹگانا پرا بولا۔
 "تمہیں معلوم ہے کہ اسلو کا ڈیفرو کہاں ہے؟ عمران نے سوال کیا۔

"ہاں ۱۰۰۰" کاؤس کچھ سوچتا پرا بولا۔ "مگر تم دریافت کر کے کیا کر گئے؟"

"اُسے ضائع کرنا ہے حد ضروری ہے۔" عمران نے کہا
 "یہ تمہارے پس کا کام نہیں۔" کاؤس بولا۔
 "یہ تم مجھ پر چھوڑو۔ تم صرف وہاں ٹھک رہنا ہی کر گئے۔"
 عمران بولا۔

"بڑے کہنے لوگ ہیں... بلکہ کمینوں کے بھی کچھ اصول ہوتے ہیں۔ البیس کے بیٹے کہہ لو۔ جب وہاں تختہ آٹ دیں۔ بین الاقوامی قسم کے ٹھگ ہیں۔ میں بھی درپردہ ان کی کھوج میں ہوا ہوں۔ اصل بزنس ان کا ایک ملک کے راز چرا کر دوسرے ملک کے باضوں فروخت کرنا ہے۔ یہی نہیں! پس ماندہ ممالک میں افراتفری پھیلانے کے لئے اسلو کی اسٹیلنگ بھی کرتے ہیں۔" کاؤس پریشی کے ساتھ کہہ جا رہا تھا۔ "تم ان سے نہیں بچ سکتے۔" کہیں سے کہیں ہی چٹا کرنا ہے۔ اور میں خود بھی ان سے کم کہیں نہیں ہوں۔ میں ایک کو تباہی تک پہنچا نہیں چاہتا۔" کاؤس غراتے ہوئے بولا۔

"خدا کی پناہ... جھٹلاؤں کا شرف نہ کون ہے؟" عمران نے اچانک سوال کیا۔

"یہ معلوم کر کے کیا کر گئے؟" کاؤس اُس کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

"دوسرے گرفتار کرا دیں گے اُسے؟" عمران نے احمقانہ انداز میں جواب دیا۔

کاؤس نے کھٹکتا ہوا قہقہہ لگایا۔ اور بولا۔ "مکاری سے کچھ درجہ گھونٹنے لگا کر اپنے آپ کو سو ما سمجھنے لگے ہو۔" وہاں دہری دکھانے کی یا ہتھ پائی کی ضرورت ہی کیا ہے۔ حکمت عملی سے کام لیں تو ان کا بیڑہ غرق ہو جائے گا۔"
 عمران ہاتھ نہٹا کر بولا۔
 "جھٹلاؤ کیسے؟" کاؤس نے پوچھا۔

پہلے اس کا ذخیرہ آزاد ہی گئے۔ اس کے بعد کچھ اور سوچیں گے۔

”ہوں...“ کاؤس سوچ میں پڑ گیا۔ وہ کبھی کبھی لکھنویوں سے زہرہ کاؤس کی طرف بھی دیکھ لیتا تھا۔ زہرہ کاؤس اس کی ایک ایک حرکت پر نظر رکھتے ہوئے تھی۔

”ممکن تو ہے... مگر...“ کاؤس ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔
 ”اگر... مگر... کچھ نہیں کاؤس!“ زہرہ اچانک بولی۔ ”تو نہیں دوسری کرنا پڑے گا جو پروفیسر کہہ رہے ہیں۔ اور میں ان لوگوں کے درمیان بھلور پرغالی دہوں گی۔ تم اس نقشے کو ختم کر دینے میں ایک اچھے حب الوطن کا پارٹ ادا کرو۔ جن ملکوں کے لوگوں نے بڑی طاقتوں سے مل کر اپنے مفاد میں ملک سے فداکاری کی ہیں ان کا انجام ہم سے پوشیدہ نہیں ہے۔“

کاؤس سر دھسے کچھ دیر تک سوچتا رہا۔ عمران اس کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ جذباتی اور انتہا پسند آدمی پر بھروسہ کرنا حماقت ہی ہوتی ہے۔ نہ جانے کب بھر دشمن کی طرف پلٹ جائے۔
 ”نہ میں گہری خاموشی چھانی ہوئی تھی۔“

”ٹھیک ہے...“ کاؤس فیصلہ کن لہجے میں زہرہ کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ ”میں بتاؤں گا کہ وہ ذخیرہ کہاں ہے۔ مگر اس کو تباہ کرنا جان جو کھوں کا کام ہے۔ تم سب خود بھی محتاط رہو۔“

”پردہ نہیں!“ زہرہ ایک کر بولی۔ ”نکلتے کی موت مرنے سے بہتر ہے کہ ایسی موت مر جائیں جو ملک کو تباہی سے بچا دے۔“

”بھر بھی بات ختم نہیں ہوگی۔“ اچانک کاؤس بولا۔
 ”میں جانتا ہوں۔“ عمران نے کہا۔ ”تم صرف اس جگہ کی نشاندہی کرو دو جہاں ذخیرہ موجود ہے۔ اس کی تباہی کے بعد دوسرا مرحلہ دیکھیں گے۔“

”بھی بہتر ہوگا۔“ لانچ پر سیری موجودگی انتہائی ضروری ہے۔
 ”پرسوں رات اسکو کی آخری کھپیپ کسنے والی ہے۔ اس کے بعد کیا ہوگا...“ کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ بار بار کچھ پیغام وصول کرنا ہوگا۔ میری غیر موجودگی انہیں شک میں ڈال دے گی۔ اور پھر ہم انہیں کبھی نہ پاسکیں گے۔“ کاؤس سنجیدگی سے بولا۔
 ”کیا تم نے اس شخص کو دیکھا ہے جو اس سارے ڈرامے کا ہدایت کار ہے۔“ عمران نے سوال کیا۔

”نہیں...“ کچھ لانچ پر صرف بیخفا مات ملتے ہیں۔ لیکن کچھ یہ معلوم ہے کہ بہت سے ملکوں کے مفروضہ سیاستدان اس کی زیر قریبیت اور ذیہ سر پرستی ہیں۔ ہمارے ملک کے ایک بڑے سیاستدان کے سر پر بھی ایسی تے ہاتھ دکھا ہے۔ مثلاً اس نے ہمارے سیاستدان کو کہہ ڈالا کہ وہی خواب دکھا دیئے ہیں۔ کاؤس نے سگریٹ کی ڈوب کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”متھارا اسٹیر کہاں کھڑا کیا جاتا ہے؟“ عمران نے اچانک ہی پوچھا۔

”کاؤس میز پر بیٹھتے ہوئے نقشے کی طرف متوجہ ہو کر ایک جگہ اٹھ کر لکھتا ہوا بولا۔ ”یہ جھیل ”بیکون“ ہے۔ اس کے مشرقی کنارے پر چھوٹی خیل کی گردی ہے۔ یہاں بظاہر

ہمارا اسٹیر پورے مشرق کنارے پر ماہی گیری کرتا ہے۔ بکری چار
"سٹرگل" سے یہی اسٹیر "اسلم" بار کر کے "جھیل بیکر"
میں داخل ہوتا ہے اور ساحل سے کچھ فاصلے پر کھڑا کر دیا
جاتا ہے۔ پھر ماہی گیروں کی کچھ لالچوں پر اسلم اسٹیر سے
اتار کر بار کر دیا جاتا ہے۔ اس کے بعد شروں پر لا کر
ذخیرے تک پہنچایا جاتا ہے۔

عمران بغور نقشہ دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے نقشہ تہہ کر کے
اپنی جیب میں رکھ لیا۔
کاؤس نے اسنے کے ذخیرے کا مقام نقشے کے ذریعے
عمران کو پوری طرح سمجھا دیا تھا۔

پھر عمران کاؤس کو وہی چھوڑ کر اپنے شاگردوں کو لے
کر جس طرح آیا تھا اُسی طرح واپس ہو گیا تھا۔ زہرہ بھی
ان کے ساتھ تھی۔ اُس نے ہر حال میں ان لوگوں کے
ساتھ رہنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے
کو بہت زیادہ چاہتے تھے۔ کاؤس حسرت سے اُسے جانا
دیکھتا رہ گیا۔

زہرہ کاؤس بھی ملوث تھی۔ لیکن اُس نے اپنی خوشی سے
اپنے آپ کو یہ غمانی بنایا تھا۔ شاید وہ بھی کاؤس کی سزا
مزا می سے بکڑی واقف تھی۔

سب مزدوروں کے لباس میں تھے۔ زہرہ کو بھی ایسا ہی لباس
پہنایا گیا تھا۔۔۔ البتہ چہرہ میک اپ سے بے نیاز نہیں تھا۔
عمران نے بہت کوشش کی تھی کہ وہ اپنی چال میں کچھ
تبدیلی پیدا کرے مگر اُس سے بن نہیں پڑا تھا۔
سجھوں نے کڑاں اور دوسرے اوزاروں کے تھیلے اٹھا
ئے تھے۔

بڑی سرسبز وادی تھی۔ وادی کے دو طرف سبز گھاس
پھیل ہوئی تھی۔ دور سے یوں معلوم ہوتا تھا جیسے قدرت
نے محفل بکھا دی ہو۔

اس وادی میں بے شمار آدمی کام کرتے ہوئے دکھائی دینے
لگتے۔ چٹانیں قوڑی جا رہی تھیں اور پتھروں کے مختلف سائز
کے ٹکڑے کاٹے جا رہے تھے۔ اور انہیں ایک جگہ سے دوسری
جگہ منتقل کیا جا رہا تھا۔

کئی عورتیں بھی پتھروں سے پتھر قوڑی نظر آئیں، انہیں میں
عمران نے زہرہ کاؤس کو بھی شامل کر لیا تھا۔

جیمس، ظفر الملک اور عمران مزدوروں میں شامل ہو گئے
تھے۔ جوزف کو غیے کی نگرانی کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ (دوسری
بات یہ تھی کہ اپنے حق و قوش اور رنگت کی وجہ سے مزدوروں میں
قریب کارکز بن جاتا۔۔۔ اور بھی عمران نہیں چاہتا تھا۔ وقت

کم تھا اس لئے وہ کسی اور جگہ میں الجھنا نہیں چاہتا تھا۔
اسی طرح شام ہو گئی اور کھم روک دیا گیا۔ سدا دن
بیتھر دھوئے دھوئے جیسے اور ظفر الملک کا تعلق خراب ہو
گیا تھا۔ البتہ عمران کے چہرے پر شگن کا نام و نشان
نہیں تھا۔

سب مزدور اپنے اپنے ٹکافوں کی طرف چل دیئے تھے۔
کچھ دور تک عمران اور اس کے ساتھیوں نے بھی مزدوروں کا
ساتھ دیا تھا۔ پھر وہ ایک جگہ پانی کا جھڑا سا چشمہ دیکھ کر
رُک گئے۔ زہرہ کو اس نے عورتوں سے پیسے ہی الگ کر کے
اپنے ساتھ لے لیا تھا۔

سورج غروب ہونے لگا تھا اور رات کی آمد آمد تھی۔
عمران اپنے ساتھیوں سمیت سبز پہاڑی کے ایک غار میں
داخل ہو گیا۔ اسی غار میں وہ سب رات ہونے کا انتظار کرتے
رہے۔

رات اُرد آمد تھی... گہری تاریکی چھائی ہوئی تھی۔
قریباً آدھی رات گزر جانے کے بعد عمران اپنے ساتھیوں
سمیت کسی نامعلوم منزل کی طرف چل پڑا۔
راہ میں کبھی کوئی چڑھائی آجاتی تھی اور کبھی وہ سنبھل سنبھل
کر نشیب میں اترتے گتے تھے۔
عمران کے اندازے کے مطابق انہوں نے خاصی مسافت
طے کر لی تھی۔

پھر وہ ایک غار کے دہانے کے پاس پہنچ کر رُک گئے۔

غار کے دہانے پر دو آدمی اسٹین گنیں لئے پہرہ دے
رہے تھے۔

عمران ان کی نگاہوں سے بچتا بچتا ایسی جگہ پہنچ گیا کہ نہ
صرف ان کی گفتگو سُن سکے۔ بلکہ ضرورت پڑنے پر ان پر چھاپا
بھی لگا سکے۔

ان میں سے ایک بولا: "چلو... اب ہم بھی لمبی تان
کر سو جائیں۔"

"نہیں! ہمیں نگرانی کرنی چاہئے۔ اگر کوئی ہماری کارکردگی
دیکھنے اُھر آگیا تو خیر نہیں۔ دوسری آواز آئی۔

"میں تو سوتا ہوں! پہلا انگڑوائے کر بولا۔ "جسم فوٹ
رہا ہے۔ تم جاگتے رہو!"

"ٹھیک ہے! میں جاگ رہوں گا... تم سو جاؤ۔"

پھر آدمی شائد وہی چٹان پر لیٹ گیا۔
دوسرے آدمی نے موسم بتی جلوائی اور جیب سے ایک پاکٹ لمب
کھالی کر پڑھنے لگا۔

عمران نے موسم بتی کی شگفتگی بھولی روشنی میں ان کی ٹانگئیں
قریب ہی دیکھ دیکھ لی تھیں۔

وہ کتاب پڑھتا جا رہا تھا اور ایک فوٹ تب میں کچھ نکلتا
تھی جاتا۔ پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی گھیروں کا جائزہ
لے لے لگتا تھا۔

عمران کا اندازہ تھا کہ وہ پامسٹری کی کوئی کتاب پڑھ رہا
ہے۔

کتاب پڑھنے والے کا رخ عمران کی طرف نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد پہلے آدمی کے خرافوں کی آواز آنے لگی۔ کتاب پڑھنے والا اپنے ہاتھ کی کھیروں میں اتنا سنبھک تھا گویا دنیا سامنبہا سے بے خبر ہو چکی تھی۔

عمران نے ایک بار پلٹ کر اپنے ساتھیوں کو دیکھا۔ وہ بے آہستگی زمین پر بیٹ کر رہ گئے ہوا آہستہ آہستہ اُسکے بڑھا اور یونہی بے آواز رہ گئے ہوا اُس آدمی کے سر پہ چڑھ گیا جو پڑا سو رہا تھا۔ عمران نے اُس کی ٹامی گئی اٹھائی اور اس کا دستہ زور سے سوتے ہوئے آدمی کے سر پر رسید کر دیا۔

پھر جتنی دیر میں ہاتھ کی کھیروں سے قیمت کا حال جاننے والا سنبھل کر معاملے کی نوعیت کو سمجھتا عمران ٹامی گن کا رخ اُس کی طرف کر چکا تھا۔

”ہاتھ اٹھاؤ۔ گن اٹھانے کی کوشش کی تو ڈھیر کر دوں گا۔“ عمران آہستہ سے بولا۔

اُس نے گھبرا کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھا جس کے خرافے اب بند ہو چکے تھے۔

”وہ مہارسی کوئی مدد نہیں کر سکے گا۔ ... بے ہوش پڑا ہے۔“ عمران نے سفاک لہجے میں کہا۔ تو اس نے بے اختیار اپنے ہاتھ سر سے بند کر لئے۔ جیسے جھپٹ کر ادھ سے نکل آیا اور اس کی ٹامی گن اٹھائی۔

”اس کے ہاتھ پشت سے باندھ دو۔“

عمران اور زہرہ بھی اپنی کین گاہ سے نکل آئے تھے۔

خلف نے اپنے کان سے پڑے قیلے سے ریشم کی ڈوری نکالی اور اُس کے ہاتھ مضبوطی سے اس کی پشت سے باندھ دیئے۔

اور پھر عمران کی حمایت پر وہ اُسے دھکیلتا ہوا غار کے اندر لے گیا۔ لختہ میں عمران دوسرے بے ہوش آدمی کو بھی کھینچا ہوا غار کے اندر لے آیا تھا۔

موم بتی کی روشنی میں عمران نے غار کا بطور جائزہ لیا۔ غار اندر سے کافی کشادہ تھا۔

پھر اچانک عمران نے قیدی کے چہرے کے قریب موم بتی لے جاتے ہوئے کہا: ”وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے؟“

”گگ... کون... سہی جگہ؟“ قیدی نے ہلکاتے ہوئے پوچھا۔

”جہاں اسلو اکٹھا کیا گیا ہے۔“

”تم... میں... نہیں جانتا۔“ قیدی نے ہونٹوں پر زبان پیرتے ہوئے کہا۔

”چہر یہاں کس کی نگرانی کر رہے تھے؟“ عمران نے پوچھا۔

”ان پہاڑیوں کے پیچھے سے پڑوسی ملک کی سرحد شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرف نہ کر ہم اپنی سرحد کی حفاظت کر رہے تھے۔“

”صرف وہ آدمی...؟“ عمران حیرت سے بولا۔ ”اور وہ بھی ملک کی سرحد کی حفاظت؟“

”بہت سے اور ہیں ہیں۔“ اسی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

”تم جھوٹے ہو...! اگر وہ صفت کے اندر اندر تم نے اُس جگہ کی مشاندہی نہ کی تو تم دونوں کو مار ڈالوں گا۔ وہ جگہ قرین کسی نہ کسی طرح خود ہی معلوم کر لوں گا۔ مہارسی جان صفت میں

جائے گی۔ " عزان نے سنجیدگی سے کہا۔
 "تم بھی... نہیں بچ سکو گے؟" قیدی گھبراہٹ کے ساتھ بولا۔
 "ہم بچنے کے لئے آئے بھی نہیں ہیں۔"
 عزان نے موم بتی ایک جگہ رکھ دی اور ان کے پھیلے ٹوٹے
 رنگ۔ دو ٹارچیں تھیں اور کچھ خدا کے ڈبے وغیرہ تھے۔ ٹارچیں
 نکال کر اس نے غفلت کو دے دی اور پھر ٹارچی کو کا دستہ قیدی کی کمر
 میں مارتا ہوا بولا۔ "جلدی جواب دو۔ درنہ میں گولی مالدوں
 گا۔ یہ صحنہ دھکی نہیں ہے۔"
 عزان کے لہجے میں اس قدر سفاکی تھی کہ اس کے ساتھی بھی
 لرز کر رہ گئے۔

قیدی کے تہ پہ ہوائیاں چھوڑنے لگی تھیں۔ "اُھر" وہ
 غورزدہ سی آواز میں ایک جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔
 عزان نے ٹارچ کی روشنی اُھر ڈالی۔ ایک پتلی سی دراڑ
 تھی۔ عزان نے غفلت کو ٹائی جن دیتے ہوئے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو
 ... میں اندر جا کر دیکھتا ہوں۔" اس نے جینس کو اپنے ساتھ آنے
 کا اشارہ کیا اور دراڑ کی طرف بڑھ گیا۔

دراڑ میں آتے کشادہ تھی کہ اس میں سے ایک دقت میں مرث
 ایک ہی آدمی گزر سکتا تھا۔

قریباً پچاس گز چلنے کے بعد وہ پہلے سے کہیں کشادہ غار میں
 داخل ہو گئے۔ اور پھر غار میں داخل ہوتے ہی وہ حیرت سے
 اُچھل پڑے۔ کیونکہ وہاں اسلحہ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ تھا۔
 "ٹانگوں، اسٹین گنز، بگنی مشین گنز اور دستی بموں کے

ڈھیر ہی ڈھیر نذر آ رہے تھے۔ بارود کی بیٹیوں اور ڈانٹا ماریٹ کے
 بندلوں کے قریب ہی کچھ بیوی ڈیوٹی ڈیوٹی ڈانٹا جیڑیاں بھی رکھی تھیں۔
 بجلی کے تاروں کے بڑے بڑے کچھے بھی موجود تھے۔
 وہ دونوں کچھ دیر تک ماسخ کی روشنی میں گرد و پیش کا جائزہ
 لیتے رہے۔ پھر عزان نے جینس کو واپس چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ غار
 کے اندر جات کرنا چاہتا تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی ایسا انتظام غار
 کے اندر کیا گیا ہو کہ جن کی آواز کہیں اور بھی سنی جاسکتی ہو۔
 اتنے بڑے ذخیرے کی نگرانی صرف دو جھول سے آدیسوں پر تو نہ چھوڑی
 کئی ہوگی۔

لیکن عزان کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اس مسئلے میں الجھتا
 وہ پھر وہی واپس آئے جہاں قیدی غفلت اور زبردہ کو چھوڑ گئے
 تھے۔ بے ہوش آدمی بدستور بے ہوش پڑا تھا۔

عزان نے غفلت سے کہا۔ "فی الحال ہمیں یہ بھول جانا چاہیے کہ
 یہاں سے زندہ میں بچ کر نکل سکتے ہیں۔"

"جیسی آپ کی مرضی۔ آپ ساتھ ہوں تو مجھے زندگی کی پرواہ
 نہیں ہوتی۔"

"جتنی جلدی ہو سکے اسلحہ کا ذخیرہ تباہ کر دینا چاہیے۔ ایک
 ایک چیز پر ہماری فیکٹریوں کے فزیز مارک والا کچھ دوسرے مخصوص
 نشانات موجود ہیں۔ جلد سے یہاں کیوں ذخیرہ کیا گیا ہے؟"

"آپ ہی بتائیے۔" غفلت ملک پر تشویش آواز میں بولا۔
 "یہ ہتھیار ہمارے چودسی ملک کو اسلحہ کئے جائیں گے۔"

"خدا کی پناہ...!" غفلت حیرت سے بولا۔

کاؤ... کام سرزد کر دیا۔ ذخیرہ تیار کرنے کے لئے ہر چیز غار میں موجود ہے۔

اس بار عمران نے جیسں کو قیدیوں کی نگرانی کے لئے غار میں چھوڑا اور غفر کو ساتھ لے کر دروازے کے ذریعے اس غار میں داخل ہوا جہاں ہتھیاروں کا ذخیرہ تھا۔

عمران نے تار کا ایک بچا اٹھایا اور اُس کے ایک سرے کو ڈائنٹائیٹ سے ایچ کر کے بارود کی پیٹیوں اور بیوں کے درمیان رکھ دیا۔ اور پھر ڈرائی جیڑی کو اٹھا کر تار کے دو لچے اپنے دونوں شانوں سے شکلا لیے... پھر ان لچوں کے بل کھینچا ہوا جسے اُس نے ڈائنٹائیٹ سے ایچ کر دیا تھا۔ شکلا کے رستے کی طرف بڑھنے لگا۔

قدیم حسیّت سب باہر نکل آئے تھے۔

جیسں اور زہرہ کاؤس اُسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ غار سے نکل کر عمران تار بچھا ہوا ایک طرف بڑھنے لگا۔ ایک لچے کا تار ختم ہونے پر اُس نے دوسرا بچا اس میں جوڑ دیا تھا۔ اسی طرح تیسرا بچا بھی ختم ہو گیا تھا۔

عمران کے اندازے کے مطابق وہ ہتھیاروں والے غار سے تقریباً ڈھائی تین فرسنگ کے فاصلے پر نکل آئے تھے۔

”کیا اتنا فاصلہ کافی ہوگا، جان بچانے کے لئے؟“ جیسں بولا۔
”شائد...! کیونکہ وہ جگہ نشیب میں ہے اور ہم بڑھائی کی طرف آئے ہیں۔ یوں تو وہاں تاروں کے اور بھی بچے موجود ہیں لیکن میں یہ نہیں کرنا چاہتا۔ جو بھی ہڑکا دیکھا جائے گا...“

تم لوگ یہیں بیٹھو۔ اور ہاں قیدی کاؤس نہ کھٹنے پائے۔ ٹیپ چپکا دو۔ تاکہ حلق سے خدا اس آواز بھی نہ نکال سکے۔ میں غار میں بے ہوش پڑے آدمی کو اٹھا لاؤں۔ اُسے یوں مرنے نہیں دوں گا۔“

عمران غار کی طرف چل دیا۔

جیسں اور غفر الٹک قیدی اور زہرہ کاؤس کی حفاظت کرتے ہوئے وہیں بیٹھے رہے۔ ان کی زندگی میں اس سے زیادہ ہولناک رات پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ ان کے جسم پیسے سے جھجک رہے تھے۔

وقت گھبراواں لگ رہا تھا... ہر ایک کو اپنے دل کی دھڑکن سینے کی بجائے کانوں میں محسوس ہو رہی تھی۔

جیسں کو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہاں بیٹھے بیٹھے صدیاں بیت گئی ہوں۔

عمران کی واپسی ابھی تک نہیں ہوئی تھی۔ دھاروں خاموش بیٹھے اس راہ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تک رہے تھے جس پر عمران آنا ہوا دکھائی دینا چاہتے تھے۔

تاریکی زیادہ تھی اور مارج روش کرنے کا خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ عمران بے ہوش آدمی کو کانٹے پر لاد کر لایا اور پھر اُسے اس کے ساتھی کے برابر ہی لٹا دیا تھا۔

عمران نے اُن سب کو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لینے کی ہدایت کی۔

قدیم کے ہاتھ چونکہ بندھے ہوئے تھے۔ اس لئے عمران نے تھیلے

جب ذرا حواس بجا ہوئے تو قیدی ولارہ "آپ فکر نہ کریں ...
اس طرح سے جہول گا کہ کسی کی بھی نظر نہیں پڑے گی۔"
پھر وہ ایک کھینٹے کے بعد اس غار تک پہنچ گئے تھے جس کا حال
قیدی نے دیا تھا۔ اور غار میں جیسے تبدیل کرنے کے بعد صبح سویرے
سے پہلے آبادی کی طرف روانہ ہو گئے۔

مغربی کنارے سے مشرقی کنارے تک بس پانی ہی پانی تھا۔ جھیل بیکول
جھیل کی تھی۔ سمندر میں ایک ذیل سند۔ گنتی تھی۔

جھیل کے مغربی کنارے پر بے شمار کشتیاں دن بھر آتی جاتی رہتی
تھیں۔ اس جھیل میں مابی گیری بھی ہوتی تھی۔ لیکن مغربی کنارے کے ایک
سرے سے دوسرے سرے تک صرف ایک ہی اسٹیمر کی اجازت داری
تھی۔ اس اسٹیمر کا حملہ دس افراد پر مشتمل تھا۔ یہ افراد جب میٹھ
کرنے "جول برائٹ اسٹار" میں آتے تو دوسرا اس طرح بدلتے تھے
گویا جھیل سے سونے کی پھیلیاں پکڑتے ہوں۔ آج بھی یہ سب
افراد "جول برائٹ اسٹار" میں صبح تک دارِ عیش دینے آئے
ہوئے تھے۔ اسٹیمر پر صرف ریڈیو آپریٹری رہ گیا تھا۔
صبح سے شام چوتھی ...

سورج غروب ہو چکا تھا۔ ساحل تھوڑے گیارہ بج گیا تھا۔
گنتی تھی۔ آج کی ٹیم کا سربراہ جوزف تھا۔

جوزف کی سرکردگی میں جیسوی، ظفر الملک اور زہرہ اندھیرا پھیلنے
کے بعد چل پڑے تھے۔

یہ سب جھیل کے کنارے کنارے وہ ڈھاتی فرلانگ تک پہنچنے کے
بعد ایک کنارے کے قریب پہنچے جہاں ایک خاص قسم کی لالچی نگر امان
تھی۔ وہ لالچی میں سوار ہو گئے۔

تھوڑی ہی دیر بعد لالچی تھیلے پانی میں نکل آئی تھی اور اسٹارنگ
جیسوی کو روک تھا۔ زہرہ ان کے ساتھ آؤ گنتی تھی مگر وہ کسی قسم
خو مرده نظر آرہی تھی۔ زیادہ باتیں نہیں کر رہی تھی۔ دراصل اس
کو کاؤس کی طرف سے تشریف تھی۔ اس نے کسی بار ان سب سے
آئندہ پروگرام معلوم کرنے کی کوشش کی مگر سب نے لاعلمی کا اظہار
کر دیا تھا۔ اور نہ ہی یہ بتایا تھا کہ وہ جھیل میں لالچی کیوں دوڑا
رہے ہیں۔

زہرہ بار بار جی سوچ رہی تھی کہ اسے کاؤس کے ساتھ رہنا
چاہئے تھا۔ اپنا پھر اپنا ہی ہوتا ہے۔ لیکن اب تو لالچ چل
پڑا تھا۔

راستے تا ایک اور خشک تھی۔ اتنی ٹھنڈک سہراں تھی کہ
لالچ کے عیش پر پڑا آدمی ٹھنڈ کر رہ جانے۔ لیکن جوزف
تھا جس پر اتنی ٹھنڈ کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ جوزف عیش پر
اندھا پڑا تھا اور ظفر الملک اور زہرہ کہیں میں تھے۔

جوزف رکوالی کرنے دسے گنتی کی طرح چوکتا ہو کر چاروں
طرف آنکھیں پھاڑ کر دیکھ رہا تھا۔ تاریکی کچھ زیادہ ہی تھی۔
دلچسپ وہ چونک پڑا۔ اس کی وجہ کار مرکز قریب ہی سے

گذرنے والے ایک چھوٹی سی بادبانی کشتی تھی۔ کچھ دور جا کر کشتی پھر
اسی جانب مڑی اور آہستہ آہستہ ان کی لالچ کی طرف بڑھنے لگی
کشتی ایک بار پھر ان کی لالچ کے قریب سے گزر گئی۔
جوزف کی لالچ کے برابر ہی دو لالچیں اور بھی تھیں۔ ان کے
بعد تھوڑی سی جگہ خالی تھی۔ اسی حال جگہ کو بادبانی کشتی نے
پُر کر دیا تھا۔ کشتی میں دو آدمی تھے۔ اس کا اندازہ جوزف
کو اندھیرے میں بھی ہو گیا تھا۔
کھٹک اسی وقت جوزف نے کسی اور لالچ کے اشارت ہونے
کی آواز سنی تھی۔ پھر اسی سائڈ سے ایک لالچ نے ڈوک
چھوڑا تھا۔ جہاں اس نے بادبانی کشتی دیکھی تھی۔ لالچ کا رنگ
شمال مغرب کی طرف تھا۔ اس کا بیوی نظروں سے اوجھل ہوا ہی
تھا کہ بادبانی کشتی بھی آہستہ آہستہ ادھر ہی روانہ ہوتی جھڑ
لالچ گئی تھی۔

جوزف تیزی سے اُس جگہ پہنچا جہاں جیس موجود تھا۔ اُس
نے جیس سے کہا: "شائد ہمارا عقاب شروع ہو گیا ہے۔ تم دھیل
پر ہی رہو۔۔۔ میں سنہالوں کا انہیں۔ بس میرے محل چلو۔
باس نے مجھے پورے سمندر کا نقشہ گھول کر پلا دیا ہے۔ اسی
لالچ پر سرچ لائٹ لگی ہے۔ جو سکتا ہے انہیں کچھ مشہد
ہو گیا ہو۔"

جوزف رائفل اٹھا کر لالچ کے کچھ جھٹے میں آگیا۔ ابھی
دونوں لالچوں کے درمیان اتنا فاصلہ تھا کہ سرچ لائٹ کی شعاعیں
جوزف کی لالچ کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ لالچ گردش کرنے والی

روشنی کی زد میں نہیں آ رہی تھی۔ پھر جیسے ہی موقع آیا جوزف
نے سرچ لائٹ پر فائر کر دیا۔ جوزف کا نشانہ تھا۔ غلط ہونے
کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔
سرچ لائٹ کی روشنی فائبر ہو چکی تھی۔

"بس تم اسی رفتار سے چلتے رہو۔" جوزف نے جیس کے پاس
اگر کہا۔

ذہرہ اور ظفر اٹک بھی کہیں سے نکل کر جیس اور جوزف
کے پاس ہی آ گئے۔ ذہرہ کاؤس کے چہرے پر خوف کے آثار
گہرے ہو گئے تھے۔ ابھی ان کی لالچ کچھ ہی دور گئی ہوگی کہ
اچانک سرچ لائٹ پھر روشن ہو گئی۔

"اُوہ... شائد دوسری لالچ آ رہی ہے۔" جوزف بڑبڑایا
اس نے پھر رائفل سنہال لی تھی۔ جیسے ہی دوسری لالچ زد پر
آئی اُس نے فائر کر دیا۔ روشنی پھر فائبر ہو گئی۔ اس بار ادھر
سے بھی فائر ہوئے تھے۔

"اگر آج زندہ بچ گئے... تو صبح ہمارے ہاتھ چوم لوں گا۔
کیا صبح نشانہ لگاتے ہو؟" جیس نے جوزف سے کہا۔

"بہراتے ہوئے جیو۔" جوزف بولا۔
جیس دھیل کر اٹی سیدی گردش دینے لگا۔

جوزف بدستور رائفل سنہالے رہا۔ مگر پھر روشنی دکھائی
نہ دی۔ شائد وہ واپس چلے گئے تھے۔ اندھیرے میں جبکہ
مدانے سے فائدہ بھی کیا تھا؟

"لیکن ہم جاہل کئے کہا؟" ظفر نے پوچھا۔

"فی اعمال یوں ہی چلتے رہیں گے۔ اگر کہیں لالچ چھپانے کی جگہ مل گئی تو لالچ وہی سے جاؤں گے..." جوزف نے جواب دیا۔

"تم لوگ اپنی جانیں بچانے کی کوشش کرو۔ اس جیل میں کہیں مذکیبیں مار ڈالے جاؤ گے... جس لالچ پر انہیں شبہ ہو جاتا ہے۔ اسے عرق کر دیتے ہیں۔" زہرہ پُر تشویش لہجے میں بولی۔

"بستی تم فکر نہ کرو۔..." جوزف نے اسے اطمینان دلایا۔
"کیسے نہ کروں... تم لوگ میری ہی جان بچانے کے لئے اس جگہ میں پڑ گئے ہو۔ تھوڑی دیر میں اسٹیر می حرکت میں آجائے گا۔ زہرہ بولی۔

"آئے وہ... ہم آسانی سے عرق ہو جانے والے نہیں ہیں۔" ظفر بولا۔

"تم اس اسٹیر کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو۔ کئی ہلکی توہیں اس پر موجود ہیں۔ ایک نشست والا چھوٹا سیل کوسٹریمری ہے۔"

"اوہ۔ تب تو حلدی ہی کرنی چاہئے۔ ورنہ اگر انہوں نے سیل کوسٹریمری کے مریج لائٹ استعمال کر ڈالی تو مار ہی لئے جاؤں گے۔ جیسی نے لالچ کی رفتار تیز کرتے ہوئے کہا۔

"یہ تم لوگوں کے پردیسر کہاں رہ گئے؟" اچانک زہرہ نے سوال کیا۔

"مرضی کے ملک ہیں... جہاں چاہتے ہیں رہ جاتے ہیں!"

جوزف بولا۔ زہرہ انگریزی سمجھ اور بول سکتی تھی۔ جوزف اس سے انگریزی میں ہی بات چیت کرتا تھا۔

"وہ ابھی تک میری سمجھ میں نہیں آئے۔ زہرہ بولی۔
"وہ تو آج تک ہماری سمجھ میں نہیں آئے۔ ظفر ملک بولا۔
"تم ان کو سمجھنے کی فکر نہ کرو ورنہ کاؤس جی سے ہاتھ دھو بیٹھو گی۔"

"کاؤس پر تو انہوں نے جادو کر دیا ہے۔" زہرہ بولی۔
"بلکہ تم سب ہی بڑے عجیب ہو۔ جو بظاہر نظر آتے ہو۔ یہ مطلق نہیں ہو۔"
"ہم سب تو بظاہر اُتو نظر آتے ہیں!" جیسس جی سر بولا۔

زہرہ ابھی جواب نہیں دے پائی تھی کہ جوزف نے اسے خاموش کر دیا۔

"ہوشیار ہو جاؤ... میں سیل کوسٹریمری کی گارڈا ہسٹ سن رہا ہوں۔" جوزف بولا۔

"مجھے تو سنائی نہیں دے رہی۔ زہرہ بولی۔
"تو رہے۔" جوزف بولا۔ "اب تم وکیل چھوڑ دو۔ میں لالچ سفیدوں کا ہوں۔"

وکیل یہ حرفت آگیا اور دفعۃً لالچ کا رخ بھی بدلی گئی۔ لالچ کی رفتار برائے نام رہ گئی تھی۔ لیکن کی آواز ایسی گت رہی تھی جیسے کسی بند جگہ میں گونج رہی ہو۔
لالچ ایک جگہ رک گئی۔

”خدا کی پناہ! یہاں تو اتنا اندھیرا ہے۔ زہرہ بولی۔ اس کی آواز میں خوف کا عنصر نمایاں تھا۔

”ہم کچھ آسمان کے نیچے نہیں ہیں۔ یہی میں سمجھ لو کہ ایک بڑے سے غار میں ہیں۔ جس میں جیل کا پانی بھرا ہوا ہے۔ اس وقت لالچ کو چھپانے کے لئے قریب ترین جگہ یہی ہے۔“ جوزف نے وضاحت کی۔

”اگر ان کو اس جگہ کا علم ہوا تو مجھے پل میں ہی مار ڈالے جائیں گے۔“ جیمسن نے کہا۔

”گٹھن بھی بہت ہے۔“ ظفر بڑبڑایا۔

”خاموش... سنو... ہیل کوپٹر۔“ جوزف بولا۔

ہیل کوپٹر کی گرج قریب ہو کر پھر دُور ہوتی چلی گئی۔ ہیل کوپٹر سے روشنی میچے نہیں ڈالی گئی تھی۔

وہ سب بالکل خاموش تھے۔

”آج بچ نہیں سکیں گے...!“ زہرہ روہانسی آواز

میں بولی۔

”بچ گئے... اب ہمارا کوئی کیا بگڑا لے گا۔“ جیمسن بولا

دلفین ہیل کوپٹر کی گرج پھر سنائی دی۔

”نا ممکن... وہ ہمیں نکال دے بغیر ہرگز نہیں مانیں گے۔“

زہرہ مایوسی سے بولی۔

اسی مار انہیں کناؤ کے دہانے کے قریب روشنی نظر آئی

تھی اور ہیل کوپٹر کی گذرتی ہوئی آواز کے ساتھ ہی یہ

روشنی بھی غائب ہو گئی۔

”یہ غالباً اسٹیر کی طرف واپس گیا ہے۔ زہرہ بڑبڑائی۔

”ہر سکتا ہے پائینٹ کو غار کا دہانہ نظر آگیا ہو!“ ظفر

نے کہا۔

”اب فوراً یہاں سے کھسک لینا چاہئے نہ جیمسن نے کہا۔

”لالچ میں کتنا ایدھی ہے؟“

”ایدھی کی فکر نہ کرو... بہت ہے... اسے معمول لالچ

میت سمجھو!“ جوزف بولا۔

ہیل کوپٹر بہت دیر جا چکا تھا۔

لالچ کا آئین اشارت ہوا اور وہ دھیرے دھیرے کھلنے لگا

سرک آئی۔ اب اس کا رخ دوسری طرف تھا۔ خاصی

تیز رفتاری سے وہ آگے بڑھتی رہا۔

”ہم کب تک سمندر فردی کریں گے؟“ جیمسن نے جوزف

سے سرگوشی میں پوچھا۔

”جب تک ہمارے کنگل موصول نہ ہو!“ جوزف نے خند

سے جواب دیا۔

”اور... تو آج کی رات سمندر میں جنگ و جہل ہوگی۔“

جیمسن بولا۔

جوزف نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اسلئے کہ ذخیرے کی تباہی کے بعد اسکیم میں غلطی سی

تبدلی آگئی تھی۔

اسٹیم کی آخری کھوپ آج رات ہی بحری جہاز "شرگل" سے اسٹیم پر منتقل کر کے لائچوں پر بار کرنا تھی۔

وہ دونوں اجن دوم میں تھے۔ اسٹیم سمندر کا سینہ چیرتا ہوا ایک سمت میں بڑھا جا رہا تھا۔

اسٹیم پر ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسرا فرد موجود نہیں تھا ان میں سے ایک ریڈیو آپریٹر تھا اور دوسرا اسٹیم کو چلا رہا تھا۔ "مار کھپ آدمی چلا میرا ذہن ہی بدل کر رکھ دیا تم نے تو یہ اچھی عین سے لکھا تھا۔"

"ارے نہیں... عین بھلا کیا؟" دوسرے نے انکسار سے کہا۔ "تمہاری اپنی ہی مٹی غم تھی۔"

"لیکن آخر ہم دو آدمی کیا کر سکیں گے؟" دوسرا بولا۔ "تم یہ بتاؤ کہ اس آخری آدمی" کے بارے میں کچھ جانتے ہو...؟"

"میں صرف اُس سیاستدان کے بارے میں جانتا ہوں۔ جس کے سر پر بقول تمہارے تاج رکھا جانے والا ہے۔"

"کیا وہ ہمیشہ ہی اسٹیم کی کھوپ کے ساتھ آتا ہے؟"

"نہیں... صرف آج کی رات ایسا ہوا ہے۔ دراصل وہ شخص جو آس آپریشن کا سربراہ ہے وہ بنفس نفیس سیاستدان کو تاج پہنانے آ رہا ہے۔ پہلے تو اسٹیم ہی تھی کہ اسٹیم اور وہ

دونوں ایک ساتھ ہی اسٹیم پر منتقل کئے جائیں گے۔ مگر ذخیرے کی کتابی نے شاید انہیں اپنی اسٹیم میں تبدیلی پر مجبور کر دیا۔"

ہے... اب اسٹیم کے ذریعے پہلے ان دونوں کو رکھیں ہی ساحل تک پہنچانا ہوگا۔ "شرگل" سے اسٹیم لہجہ میں اٹارنا

ہائے گا۔ ساحل پر ایک بند دین پہلے ہی سے موجود ہوگی جو ان دونوں کو نامعلوم منزل کی طرف لے جائے گی۔

اسٹیم جیسے خود ہی چلا کر لے جاتا تھا۔

"اسٹیم پر صرف دو آدمی دیکھ کر وہ شبہ نہیں کرے گا؟" اُسی کا حکم تھا کہ اسٹیم کے پار سے چلے کو آج رات چھٹی

دس دی جائے۔ صرف مجھے ہی اسٹیم پر موجود رہنا تھا۔ البتہ اسلحہ تیار ہے۔ وہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔

پردہ مٹ کر وہ... میں اپنا انتظام طود کر لوں گا۔

"پروفیسر! آدمی سے زیادہ درندہ کوئی اور بھی ہے؟ آخر اسے اسٹیم کس وجہ سے کہا جاتا ہے؟ یہ تو درندگی کو بھی پکچھے چھوڑ گیا ہے۔"

"یہی اس کے اسٹیم ہونے کی علامت ہے کہ جب اُمت ہے تو اتنا اُٹھتا ہے کہ ولی ہو جاتا ہے اور گرتا ہے تو اتنا گرتا ہے کہ کوئی اتنا نہیں رہتی۔"

"حیک کہتے ہو... انسان جس قدر بھی انسان نظر آ رہا ہے صرف اسی وجہ سے نظر آ رہا ہے کہ اُس کے مقابل ایک ایسی

خلوق بھی موجود ہے جو اُسے اسٹیم بنائے رکھنے پر حقد ہے۔"

"اُس خلوق کا نام تو... درندہ بنانے والی بیوی ہے۔"

"کچھ بھی کہو پر ونیسر...! مجھے تو اس تاریکی سے نکالنے والی
وہی جیسی ہے یا پھر تم ہو۔" صہ میرا بیڑہ غرق ہونے میں کیا کسر
روائی تھی؟ اگر آج کی رات جان بچ گئی تو باقی ساری زندگی
ملک کی خدمت میں گزار دوں گا۔
دوسرے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کسی سوچ میں
متفرق تھا۔

اسٹیر آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔
چاروں اطراف افسانہ شکن ساٹا چھایا ہوا تھا۔
اجانبہ اسٹیر کی رفتار میں کمی آنا شروع ہو گئی کیونکہ اسٹیر
کے ارد گرد بہت سی لاناچی بڑھ رہی تھیں۔
لاناچی ابھی اسٹیر سے دور تھیں مگر احساس ہوتا تھا کہ
وہ اسٹیر کے گرد گھبرا ڈال رہی ہیں... اور آہستہ آہستہ یہ گھبرا
ڈنگ ہوتا جا رہا ہے۔

اسٹیر کے ریڈیو آپریٹر نے اندر کی سب روشنیاں بجھا دیں
صرف ایک ہیٹ لائٹ جل رہی تھی۔
سمندر خاموش اور بے شکن تھا۔

ایک خاص حد تک حاکر لاناچی رگ گئیں اور اسٹیر بڑھتا
رہا۔ آخر قریباً پندرہ منٹ کا سمندری سفر طے کرنے کے بعد
وہ ایک بھری جہاز سے کچھ فاصلے پر ڈگ گیا۔ یہ بھری جسٹس
"سٹرکل" تھا۔

اسٹیر سے ایک خاص قسم کا اشارہ کیا گیا... تھوڑی
بعد جہاز سے بھی جواب میں مخصوص اشارہ دیا گیا۔

اس کے بعد اسٹیر آہستہ آہستہ حرکت کرتا ہوا جہاز سے جا کر جڑ گیا۔
تھا۔

ریڈیو آپریٹر چپ لگا کر جہاز کے عرشے پر پہنچ گیا۔
قریباً نصف گھنٹے بعد اس کی واپسی ہوئی تو وہ تنہا نہیں تھا
اس کے ساتھ دو آدمی بھی تھے۔ ایک اپنے پیروں پر چل کر
اسٹیر پہ آیا تھا اور دوسرا وہیل چیئر پر بیٹھ کر... یہ ایک
خاص قسم کی وہیل چیئر تھی جسے آپریٹر خود دھکیل کر لارہا تھا۔
دوسرا آدمی بڑے مؤدب انداز میں وہیل چیئر کے ساتھ ساتھ
چل رہا تھا۔

کرسی نشین کی خواہش پر جس کی چیئر کھلے عرشے میں رکھی
گئی تھی۔
ریڈیو آپریٹر بھی مؤدب انداز میں اس آدمی کے سامنے
کھڑا تھا۔

"یہ کون ہے؟" کرسی نشین کے ساتھ آنے والے نے کہا۔
"معتبر آدمی ہے۔ گورنگا اور بہرہ ہے۔ اسٹیر چلانے کے
لئے ساتھ سے آیا ہوں میرے دونوں شاہوں میں شاید یہ تکلیف دہی
ریڈیو آپریٹر نے جواب دیا۔

کرسی نشین ایک لفظ بھی نہیں بولا۔ اس کی آنکھوں پر
رات میں بھی تاریک شیشوں کی بینک لگی چھٹی تھی۔ پیروں پر
ہوئی سی قیمتی چادر پڑی ہوئی تھی جس سے بیٹ سے لے کر
بچے تک ڈھک گئے تھے۔ اس کے زانوؤں پر رکے ہرے
دونوں ہاتھ چادر سے ڈھکے ہوئے تھے۔

ریڈیو آپریٹر اس شخص کے سامنے گھبرایا گھبرایا سالک رہا تھا
اسٹیئر نے واپسی کا سفر شروع کر دیا... اور پھر ایک غصی
پوائنٹ پر آکر ڈک گیا۔
”یہاں کیوں روکا ہے؟“ وکیل چیئر والے کے مانتی نے
چونک کر پوچھا۔

”مجھے خطرہ ہے!“ ریڈیو آپریٹر بولا۔
”کیسا خطرہ؟“ وہ آدمی بولا۔

”راستہ کلیئر نہیں ہے۔ کچھ لاکھوں نے اسٹیئر کا تعاقب کیا تھا
جو سکتا ہے وہ لاکھیں بکری فرٹ کی ہوں۔“
”بکواس؟ وہ آدمی تنک کر بولا۔“ اسٹیئر میں کیا ہے جو
بہیں خطرہ ہو گا۔

”یہ بھی ممکن ہے...“ ریڈیو آپریٹر بولا۔ ”ہمارے پاس
کوئی غیر قانونی چیز تو ہے نہیں۔“
”بڑھاؤ اسٹیئر... ہمیں اپنی منزل مقصود پر فوراً پہنچنا
ہے۔“ وہ آدمی بولا۔

”اسٹیئر پھر بھی نہیں چلے گا۔“ ریڈیو آپریٹر سنجیدگی
سے بولا۔

”کیا مطلب...؟“ وہ آدمی غصے سے بولا۔ ”تم جوتی میں
جو یا نہیں؟“ اس کی موجودگی میں یہ گستاخی!“

”میں کسی ہاس کو نہیں جانتا۔ صرف تمہیں جانتا ہوں۔
تمہارے کہنے سے اور تمہاری دوستی میں ہتھیاروں کی اسٹاکنگ
کے لئے آمادہ ہو گیا تھا۔ پیارے کارٹین... اسٹاکنگ اور

غذاری میں بہت فرق جوتا ہے۔“ ریڈیو آپریٹر بولا۔
”کلب... کیا... تم...؟“ اس کی آنکھوں میں حیرت جاگ
اٹھی۔

”ہاں میں... تم سے دھوکہ کھا گیا تھا۔ میں اپنے ملک
کا قدار نہیں ہوں۔“

”اسٹاکنگ ملک کی خدمت ہے؟“ وہ جی کر بولا۔
”خدمت نہیں تو غذاری بھی نہیں... اور اسٹاکنگ پر بھی تم نے
ہی لگایا تھا۔ دیکھو کارٹین! میری بری بیگے مل گئی ہے...
اور اُس نے جو کچھ تمہارے عزائم کے بارے میں بتایا ہے
میں اس میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔“
”تم سمجھتے ہو کہ ہم سے غذاری کر کے کچ جاؤ گے؟
ہرگز نہیں... تمہاری حیثیت ہی کیا ہے۔“ وہ دانست
چس کر بولا۔

”پہلی حکومت کی بھی یہی غلطی تھی کہ اس نے تمہیں بہت
چھوٹ دی اور اس حکومت کی بھی یہی غلطی ہے کہ تم سے
جسٹم پریشی کی۔“ ریڈیو آپریٹر بولا۔

”بکواس بند کرو...“ وہ پھر رنج کر بولا۔ ”چھوٹ ہم
نے حکومت کو دے رکھی ہے... ورنہ جب چاہیں اس کا
تختہ الٹ دیں۔“

”ان جیسے معذوروں کے بل بولتے ہو!“ ریڈیو آپریٹر مضطرب
اڑا سنے والے آغاز میں وکیل چیئر والے کی طرف اٹلی سے
اتوارہ کرتے ہوئے ہنس کر بولا۔

”میں تہذیبی زبان بند کر دوں گا“ اگر پاس کی شان میں گفتافی کی۔ وہ لکھنے چھلکا کر بولا۔

”نازاقی ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تو صرف تمہارے جذبہ کی گہرائی ناپ رہا تھا۔ ورنہ اس حکومت سے بہت سارے نالائق ناخوش ہیں۔ کوئی غیرت مند قوم اسے برداشت نہیں کر سکتی کہ انگریزوں سے نہایت پائے کے بادجو۔ ابھی تک سفید فاقوں ہی کے دزدوں پر جھمکے کرتی رہے۔“

”تم جسے بڑھ رہے ہو کاؤس! تمہیں مرنا پڑے گا۔ وہ ذات چیس کی بولا۔

”کامریڈ... میری ایک بات کا جواب دو!“

”جلدی کرو...!“

”اگر پاس کی وفاداری سے ملک کا تخت و تاج مل سکتا ہے۔ تو تم میں کیا سرخاب کے پڑ گئے ہوئے ہیں... یہ تاج میں ہی کیوں نہ پہنچے۔ ریڈیو آپریٹر چڑسنے والے انداز میں بولا۔

دھیل چمڑ والا ابھی تک ایک لفظ بھی نہیں بولا تھا۔

وہ ابھی جگہ پر ساکت و جامد بیٹھا ریڈیو آپریٹر کھڑے جبا رہا تھا۔

”کامریڈ! تم اول درجے کے نیک حرام جو!“ آپریٹر پھر بولا۔ ”تم اپنے دوستوں کے ساتھ بھی دغا کرتے ہو۔ جس برقی میں کھائے جو آبی میں چھید کرتے ہو... ایک ہفتہ پیشتر تم نے ایک ایسے ملک کا حیدر دورہ کیا ہے۔ جس کی پالیسیاں ہمارے ملک کے ملات ہیں... تم نے اُن سے درپردہ معاہدہ کیا ہے کہ اگر تم برسرِ اقتدار آگئے تو اس علاقے میں اُن کا فوجی اڈہ قائم کر دو گے جس کے خواب وہ

بہت طویل عرصے سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس ملک نے تم سے وعدہ کیا ہے کہ تمہیں برسرِ اقتدار لانے میں حتی الامکان مدد دی گئے۔

... یہ کہہ کر آپریٹر، چابک کرسی نشین سے مخاطب ہوا۔ ”بولو... کرنل! کیا تمہیں کامریڈ کی اس گفتگی کا علم ہے؟“

ریڈیو آپریٹر کی زبان سے نکلنے والے الفاظ... الفاظ نہیں تھے... گویا ہم تھے... کرسی نشین اپنی جگہ پر اچھل کر رہ گیا۔ ”کون ہو تم...؟“ کرسی نشین نے پہلی بار زبان کھول کر حیرت سے پوچھا۔

”وہی آپ کا بچا ہانا خادم...!“

یہ کہہ کر ریڈیو آپریٹر نے اپنے چہرے پر سے خل اُتار دیا اور اندر سے عریان کا محافِت آمیز چہرہ نکل آیا۔

”تھ... تم...!“ کرسی نشین حیرت سے بولا۔

”جی... میں...“ عریان بیٹے پر ہاتھ رکھ کر جھکتے ہوئے بولا۔ ”میں کرنل جو ریشیو کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اب آپ بھی اپنے چہرے پر سے خل اُتار دیجئے... کامریڈ کیا جانے کہ ہم دونوں تو پرانے راقع کار ہیں... پھر یہ بے چارہ تو ہمیں شاید پوری طرح جانتا بھی نہیں ہوگا۔“

کامریڈ عریان کو دیکھ کر کئی طرح چونک پڑا۔ اور پھر کرنل جو ریشیو سے اُس کی گفتگو سن کر ایک طرف کھٹکا اور یہی اس کی فعلی معنی۔ کرنل جو ریشیو کا اڑتا ہوا خنجر اُس کی کمر میں پروست ہو گیا۔ ایک دلدوز رچ سے پورا ماحول مرتعش ہو کر رہ گیا تھا۔ یہ سب کچھ اتنی جلدی ہوا تھا کہ عریان کسی قسم کی مداخلت نہ کر سکا۔ وہ جانتا تھا کہ کرنل جو ریشیو ایک ماہر خنجر باز ہے۔ پیچھے دیکھے بغیر

بغیر بھی صبح لٹانے پر خبر ہوت کر سکتا ہے۔

"کرنل... تم اب تک آتے ہی منتظر ہو جتنے پہلے تھے۔ کاریڈ کو تم نے صرف اس وجہ سے قتل کیا ہے کہ وہ تمہارے علم میں لائے بغیر ایک حنیف معاہدہ کر چکا تھا۔"

"میرا خیال غلط نہیں ہو سکتا کہ تم ہی ایکسٹروٹ اچانک کرنل پوریشیو بولا۔"

"یہی سمجھنے دو... کیا فرق پڑتا ہے۔" عمران لاہور واپسی سے برونڈا لیتے ہوئے تھوڑی سی سیجھ باندھ کر غلط فہمی کہ تم میرے ملک میں بغاوت کرانے کے اقدامات کرتے رہو گے اور مجھے خبر نہ ہوگی۔ میں نے تمہارا فالک پڑھا تھا اور اسی میں جب سے تمہارے فرار ہونے کا طریقہ درج تھا۔ اسی وقت سے میں تمہاری راہ پر لگ گیا تھا تم چھوٹے چھوٹے جوائنٹ میں اٹھا کر مجھے اس علاقے سے دور رکھنا چاہتے تھے۔ مگر تمہارے آدمی بڑے ناکارہ ثابت ہوئے۔ مجھے اچھا نہ لگے... اور میں تمہیں کے سر پر تمہارا باندھنے آئے تھے۔ وہ میرے درمیان کا ملک حرام تھا... لیکن تم سے کچھ جوڑ کرنے کے لئے اپنے ملک کا ملک حرام ہونا ضروری تھا۔ غلط کہہ رہا ہوں کیا؟"

"در اصل قتل تمہیں کرنا چاہیے تھا۔" کرنل مات ہیں کر بولا۔

"حاضر ہوں... کوشش کرو!" عمران اس کو چڑانے والے انداز میں بولا۔

"مجھے نتیجہ سمجھنا... آج میں تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

کرنل بولا۔

"غلط فہمی کا شکار ہو۔" عمران اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال

کر بولا۔ "پچھلے دیکھو... اسٹیر کو بھری فوج کی لائنوں نے علمبر سے میں نے لیا ہے۔ اب وہ صرف میرے ایک اشارے کے منتظر ہیں اس وقت تمہارا کوئی مددگار دور دور تک نہیں پہنچ سکتا۔"

ایک لمحے کے لئے کرنل پوریشیو کی آنکھوں میں ابھی کے آثار فزوار ہوئے لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ پھر سکون نظر آنے لگا تھا۔

اچانک ہیل کو پٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ جون یہی سمجھا کہ بھری فوج برطانت سے حرکت میں آگئی ہے۔ سمندر کو بھی اور فضا میں بھی... ہیل کو پٹر دہاں آکر اسٹیر کے روتے پر معلق ہو گیا جہاں عمران کھڑا تھا اور کرنل پوریشیو وکیل جیڑ پر بیٹھا تھا۔ دونوں نے ایک وقت ہیل کو پٹر کو دیکھا تھا۔

دقتاً عمران چونک پڑا آن کے سروں پر معلق ہونے والا ہیل کو پٹر بکریہ سے تو ہرگز تعلق نہیں رکھتا تھا۔

عمران نے بے اعتباری سے کرنل پوریشیو کی جانب دیکھا۔ کرنل کی آنکھوں میں تسخیر جھانک رہا تھا۔

عمران ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا

"میں کہیں بھی بے بس نہیں ہو سکتا۔" کرنل نے اس کی طرف قہر آلود نظروں سے دیکھا۔

آدھر ہیل کو پٹر سے میز کی لٹکادی گئی۔ جو کرنل کے سر پر کافی اونچائی پر آکر ٹھہر گئی تھی۔

جون کی آنکھوں میں جھبھلاہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آخر بھری فوج کے ہیل کو پٹر کہاں رہ گئے۔

اچانک کرنل پوریشیو نے اس کی طرف دیکھ کر دیانہ وار قہقہہ لگایا اور بولا "دیکھو... میں جا رہا ہوں..."

تہ کہ کہ اس نے کسی کے ہتھے میں لگا ایک بیٹن پیش کیا اور
کسی کی سیٹ کرل کو لئے جوئے نفا میں اچھل گئی۔ برہنہ کرل
ہیل کو پٹر کی میز پر پہنچا اس نے دونوں ہاتھوں سے میز پر
مقام فرمایا۔

عمران سوچ ہی نہیں سکتا تھا۔ کہ کرل ایسا واقعہ بھی پیش آجائے گا
اس کے ہاتھ میں داخل بھی نہیں تھی کہ کرل پر غائر ہی کر دیتا۔
اچانک لالچ کی سرخ لائٹس اوپر ہیل کو پٹر پر ڈالی گئیں... خدا
کی پناہ... عمران خشک کر رہ گیا... عجیب و غریب اور دل چلا
دینے والا منظر تھا... کرل پوریشیو کی ٹانگیں کسی ہی پر رہ گئی
تھیں اور وہ ہاتھوں کے سہارے ہیل کو پٹر کی میز پر چڑھ
رہا تھا۔ اُس کا آدھا دھڑ ٹپک رہا تھا۔
لاٹچوں پر موجود بھری فریج کے جوان بھی اس حیران کن منظر
کو دیکھ کر کچھ دیر کے لئے خشک گئے تھے۔

ہیل کو پٹر کا پائیلٹ بھی شاید اس نظارے میں محو ہو گیا تھا۔
دور سے کرل سمیت میز پر کھینچ دیتا تاکہ کرل کو میز پر چڑھنا نہ پڑتی۔
کرل ہیل کو پٹر کی کھڑکی سے دو چار بات ہی رہ گئی تھا کہ عمران
چونک پڑا وہ نکلا جا رہا تھا جس نے اُس کے ملک کو تباہ کرنے
کا منصوبہ بنایا تھا۔

دفعۃً عمران نے لالچ والوں کو کوئی اشارہ کیا تھا۔ دوسرے
ہی لمحے کو لاٹچوں سے بہ یک وقت کرل پوریشیو پر غائر ہوئے
نشانیہ میج گئے تھے۔ کرل پوریشیو کا جسم چیتھڑے چیتھڑے ہو کر
فضا میں بکھر گیا تھا۔

بڑا ہی دل چاہنے والا منظر تھا۔

اسی وقت کو ہیل کو پٹر کی گڑگڑاہٹ سنائی دی یہ نہیں فریج
ہیل کو پٹر تھے جنہوں نے کرل پوریشیو کے ہیل کو پٹر کو جلد ہی
چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا۔

عمران خاموش تھا اور اسی ملک اوپر ہی دیکھے جا رہا تھا۔
تھوڑی ہی دیر بعد اسٹیمر اور لاٹچوں کا قافلہ ڈوک کی طرف روانہ ہو گیا
جیسے ہی اسٹیمر ڈوک پر پہنچا... ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ یہ
دھماکہ بھری جہاز "سٹرگل" کے پھٹنے کا تھا۔

ریڈیو آپریٹر کے میک اپ میں جب عمران "سٹرگل" پر گیا تھا
تب ہی شاید وہ وہاں ایک ٹائم بم رکھ آیا تھا۔ اور اب
جہاز اپنے اسلحے سمیت ٹھٹ کر تباہ ہو گیا تھا۔

دوسرے دن بہت بڑے پیمانے پر گرفتاریاں عمل میں آئی تھیں
کچھ کزدولی سازشیوں نے خودکشی کا ارادہ کیا۔

سائیکو منشی کے ساؤنڈ پروڈکٹ آڈیو ریم میں خاصی رونق دکھائی
دے دی تھی۔

عمران سمیت سارے ممبر موجود تھے۔

"آج پھر ان کے سپرہ بندھے گا" نعمانی نے عمران پر چٹ کی
"اے... جاؤ... خواہ مخواہ" عمران نے سٹرمانے کی بے مثال
اداکاری کی۔

"ہم سب یہی جھک جاتے رہے اور یہ حضرت پالا مار گئے"۔

کپڑے خاں نہیں کر جلا کر

اچانک مانگیر دون سے آواز آئی۔ سب مبرا "اٹھیں" ہو گئے۔ ایک سو کی بھرائی ہوئی آواز آڈیو ریم میں گونجنے لگی۔

"سازش کی کہانی اس وقت سے شروع ہوتی ہے جب سالیٹ حکومت کے ایک نام نہاد وفادار سیاستدان نے اس حکومت کا تخت الٹنے کی کوشش کی تھی جس نے اسے سیاستدان کی حیثیت سے ملک میں اعتبار تھا۔ سازش کا انکشاف ہو جانے پر وہ ملک سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ مگر اپنے پیچھے سازش کا بیج بویا تھا۔ اس سے قبل بھی ایک سازش گزشتہ سال جولائی میں پکڑی گئی تھی۔ جس میں

تقریباً چھ سو افراد ملوث پائے گئے تھے۔ اس سازش میں بھی ایسے ہی اعلیٰ افسران اور افراد شامل تھے جو نہ سابق حکومت کو پسند کرتے تھے اور نہ ہی موجودہ حکومت کو۔ وہ ایک خاصی مکتبہ فکر کے افراد ہیں جو اپنی سربراہی میں کاروبار حکومت چلانا چاہتے ہیں۔ اس سازش کا سراغ ان مخصوص ہتھیاروں کی مدد سے لگایا گیا تھا جو ایک سپر طاقت سے دیئے گئے۔ گزشتہ سازش کا جلد ہی قلعہ قمع کر دیا گیا تھا

موجودہ سازش کا سیٹ آپ ایک ایسے شخص نے بنادیا تھا جو دونوں طاقتوں کو ڈبل کر اس کر رہا تھا۔ وہ اپنے اس کام میں ماہر ترین شخص سمجھا جاتا تھا۔ وہ تھا کرنل چوریٹیو۔... آپ لوگوں کو یاد ہو گا کہ تقریباً چھ سال پہلے بھی اس نے ہمارے ملک میں زہر دست سازش کی تھی۔ اور عراق کے ایٹوم گرفتار ہو گیا تھا۔ اسلئے کی اسمگلنگ کا بادشاہ مانا جاتا تھا۔ مقدمہ چلنے سے پہلے ہی وہ جیل سے فرار ہو گیا تھا۔ سولہ سال پہلے اس کے دونوں پاؤں کسی

حادثے میں ضائع ہو گئے تھے۔ اور اس نے مصنوعی پاؤں لگوا لئے تھے۔ لیکن اس نے باقیوں کے بل اپنا دھڑا اوپر اٹھا کر چلنے میں جہارت حاصل کر لی تھی۔ یہی جہارت جیل خانے سے فرار ہونے میں کام آئی تھی۔ اس نے ایک پہرے دار کو تیار کر لیا اور اسی کے توسط سے جیل کے ذریعہ جیل سے فرار ہو گیا تھا۔ مقرر سیاستدان سے جب اس کی ملاقات ہوئی تو اس نے سیاستدان کو ٹیٹھے میں اتار کر اسلئے کی اسمگلنگ پر آمادہ کر لیا۔ مقرر سیاستدان دراصل اپنے ملک کا تختہ الٹ کر خود سربراہ بننے کے خواب دیکھتا رہا تھا۔ جب کرنل چوریٹیو پر اس کی اس خواہش کا انکشاف ہوا تو اس کی دیرینہ فطرت خود کو آئی اور وہ اس کے لئے تیار ہو گیا کہ ایک سپر پاور اپنے مطلب کے آدمی کو حکمران دیکھنا چاہتی ہے اور وہ مطلب کا آدمی مقرر سیاستدان ہی ہو سکتا ہے اسلئے کی اسمگلنگ بھی جاری تھی اور حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش بھی اندر ہی اندر پروان چڑھ رہی تھی اور ایسے تمام لوگ سازش میں شریک ہو گئے تھے جو درحقیقت موجودہ حکومت کو ختم کرنا چاہتے تھے۔ بہت خفیہ طور پر ان سب کو مسلح کیا جا رہا تھا۔ اس بار مسلح بغاوت سرحدی علاقوں سے شروع ہونے والی تھی۔ لہذا کرنل چوریٹیو کی کوشش تھی کہ کسی طرح ہم سب کو معمول معمولی جرائم میں الجھائے رکھا جائے اس طرح ہم سرحدی علاقوں سے دور رہ سکتے تھے۔...

اور وہ خاموشی سے اپنا کام کر سکتا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس کے پاس کام کے آدمیوں کی بھی کمی تھی۔ اس لئے وہ انہیں ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ جب مسلح بغاوت کے تمام انتخابات مکمل

ہر صبح اور صوف ایک درمیان میں رہ گئی تو کرنلی جو ریشیہ مغرب
سیاستدان کے ہمراہ اسٹے کی آخری کھوپ لے کر خود آیا تھا تاکہ
اس مسلح بغاوت کی کمان سنبھال سکے۔ سازش کی اس کہانی میں وہی
"ادھورا آدمی" آخری آدمی بھی ثابت ہوا۔ اس سازش کے انکشاف کا سہرا
بھی عمران کے سر جانا ہے۔ میں بھی اس دور دراز علاقے میں بیڑا بھار
نہیں چاہتا تھا۔ آتے دھوکے میں رکھ کر مارنا چاہتا تھا۔ کیونکہ
اس کا دھوکہ بہت بڑا خطرہ بننا چلا جا رہا تھا۔ وہ مشرق سے مغرب
تک کی پوری پٹی کو جنگ کی آگ میں جھونکنے کے خواب دیکھ رہا تھا۔
وہ چاہتا تھا کہ تیسری عالمی جنگ جلد از جلد چڑھ جائے تاکہ دنیا
اپنے انکام کو پہنچ جائے۔ اس معاملے میں وہ ہٹلر کے انداز میں
سوچنے لگا تھا کہ بس صوف اسی کی قوم کو دنیا میں جینے کا حق
ہے باقی دنیا کو ختم جو جانا چاہئے... اور اینڈ آل...
انہلک مائیکروفون سے آواز آتا رہا جو گئی۔

عمران دھڑلے ہاتھوں سے کان بند کئے سر جھکائے بیٹھا تھا۔
اور تمام درشا اس کے گرد علاقہ ڈالے اُسے ویں گھور رہے
تھے جیسے اُس کا دماغ آٹک گیا ہو۔ اُس نے بات ہی ایسی کہ
دی تھی۔ اس نے جیمس، ظفر الملک اور جوزف کو شادی کرنے
کی اجازت دی تھی۔ سب طوطوں کی طرح اُس کے گرد بیٹھے
اُسے لکھ لکھ دیکھے جا رہے تھے سلیمان کے ساتھ گلرش بھی

دیکھ بیٹھی ہوئی تھی۔

"مجھے تو بے وفائی سمجھتے ہیں... بلکہ دشمن بھی...! سلیمان
دیدے بھانک کر بولا۔ "ہمیشہ کہا بنا سوٹ پہن کر کہیں نہ جایا کیجئے۔
پہلے مجھے پہنا لیا کریں... جو آفت اور بلا پہننا ہوگی اچھے چیت
جائے گی خود تو محفوظ رہیں گے... نیلا سوٹ پہن کر گئے
تھے... کسی خبیث روح کا سایہ ہو گیا ہے... جب ہی تو پہلی
پہلی باتیں کر رہے ہیں۔"

"ابے... تجھ سے بڑی خبیث روح کون ہوگی؟ عمران
کراہتا ہوا بولا۔

"باس... سلیمان ٹھیک کہتا ہے؟" جوزف نے پُرتولیش
لہجے میں کہا۔

"ہاں... ہاں... تو کیوں نہ اسکی "ہاں میں ہاں" ملائے گا
... سننے سننے جہانوں کی سرور گاتا ہے تجھے؟" عمران کسی
چڑچڑی صورت کی طرح دانت جھیس کر بولا۔ "خیر کچھ بھی کہو...
یہ میرا حکم ہے... تم سب کو شادی کرنا ہوگی... اور پھر
جیمس کو مخاطب کیا۔ "کیوں؟" "بقول جہان" تمہارا کیا خیال
ہے۔ عربی عادت کیسی رہے گی؟... حق... حق... حق...
جو جہان نے گئی۔

"کسی بد عادت سے شادی کرادیجئے... ساری عمر سر پکڑ
کر روئے گا۔" ظفر نے جیمس کو چڑھانے والے انداز میں کہا۔
"نہ... نہ... ہرگز نہیں!" سلیمان درمیان میں بول پڑا صاحب
انہیں مرنے کا مشورہ دت دیجئے۔"

"ابے... شادی کرنے سے مر جانا کا کیا تعلق؟" عمران

حیرت سے بولا۔
 "بہت بڑا شفق ہے! شادی کے بعد ہی تو موت سامنے بیٹھی
 نظر آنے لگتی ہے!" سلیمان گلرغ کی طرف اشارہ کر کے بولا۔
 گلرغ نے دیکھ لیا تھا... مگر خاموشی رہی۔ جواز کی موجودگی
 میں تو سلیمان کی موت کبیتی تھی مگر جیسوں اور ظفر ملک کے
 سامنے اس سے لڑنے میں بہر حال ایسے تامل کرنا پڑتا تھا۔
 "مجھ پر یہ انکشاف ہوا کہ شادی کے بعد مزدور ہی مرنا پڑتا ہے"
 سلیمان نے فلسفیانہ انداز میں گردن ہلا کر کہا۔
 "وہ کیسے...؟" عمران سمیت سب نے یک زبان ہو کر پوچھا۔
 "دیکھئے! بلکہ سمجھئے! شوہر مر جاتا ہے بیوی زندہ رہتی ہے۔۔۔
 سسر مر جاتا ہے تو ساس زندہ موجود... باپ مر گیا ماں زندہ
 ... دادا مرادادی زندہ... نانا مرانا سلامت... بھوپنچا مرا
 چھوٹی بقیہ حیات... خالو مرا خالو صحت مند... بھائی مرا
 بھادوچ زندہ... مزدورے چارہا جسی رشتے کو اختیار کرتا ہے
 مر جاتا ہے... حادثوں... جنگوں اور بیماریوں میں مرنے والے
 ایک رہے" سلیمان انگلیوں پر گن کر بولا۔
 "آئے... واہ... تو تو واقعی بڑا مائل و بالغ ہو گیا ہے...
 مجھے تو کبھی خیال ہی نہیں آیا" عمران حیرت زدہ ہو کر بولا۔
 "صاحب... میں تو یہ بھی سوچنے لگا ہوں کہ اگر مزدور
 کے مرنے کی یہی رفتار رہی تو ستر سال بعد دنیا میں مردوں کا
 مستقبل کیا ہوگا؟"
 "تو اس کی باطل فکر نہ کر" عمران نے ماتھے اٹھا کر کہا۔

"ہر مزد اپنے گھر کے طاق میں بیٹھا دکھائی دے گا۔ بعض
 اس وجہ سے کہ عورتوں کو یاد رہے کہ کبھی اللہ نے یہ مخلوق
 بھی دنیا میں پیدا کی تھی۔ یادگار کے طور پر رکھ لئے جائیں
 گئے"

"اے صاحب جی...!" گلرغ ہنسر بول رہا تھا
 کس نے دیکھے ہیں۔ میں تو کل ہی اسے طاق میں بیٹھا کر جالی
 کا پردہ ڈال دیا تھا۔ اور صبح و شام ایک چراغ بھی جلا کر رکھ
 گئی"

"اے!... تیرے مستقبل کا فیصلہ تو ابھی ہو گیا" عمران ہنس
 کر بولا۔

"ٹھیک ہے...!" سلیمان دانت پیس کر گلرغ سے بولا مرنے
 کے بعد شیخ سعدی کی تیراگلا دباؤں گا۔

"اپنے جا... زندگی میں تو کھلا دباؤ سکا... مر کے دبائے گا۔"
 گلرغ منہ ہاتھ کے بولی۔

"اچھا... بھانجریاں سے...!" عمران جیسا ہی بے کر بولا۔
 "بہت تھک گیا ہوں۔ اب سونا چاہتا ہوں... گہری نیند..."

ختم ہوا